الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ
سُنّی تعلیم الاسلام
مؤلف
علامہ قاضی عبدالحکیم ایم اے
محرکہ علامہ عبدالحکیم شرف قادری
مکتبہ غوثیہ معصومیہ
دربار داتا گنج بخش لاہور

اَلصّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ

سُنّی تعلیم الاسلام

مؤلف

علامہ قاضی عبدالحکیم ایم اے

محرکہ علامہ عبدالحکیم شرف قادری

نوری بک ڈپو ○ لاہور

بفیضانِ کرم

مخدوم اہلسنت شیخ طریقت الحاج پیر سید محمد معصوم شاہ گیلانی قادری

سجادہ نشین چک سادہ شریف گجرات

سنی تعلیم الاسلام مصنف علامہ قاضی عبدالحکیم ایم اے

حسب الارشاد

صاحبزادہ ابوالمسعود سید محمد حسن شاہ گیلانی

محرکہ —— علامہ عبدالحکیم شرف قادری

ناشر —— نوری بکڈپو۔ لاہور

باراول —— ۱۹۸۱ء

طابع —— معظم پریس

قیمت —— [illegible] روپے

اہتمام : سید محمد غوث علی گیلانی

تقسیم کار:

○ نوری کتب خانہ ○ دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ، لاہور

○ نوری کتب خانہ ○ معصوم شاہ روڈ، ریلوے اسٹیشن، لاہور

○ مسعود اکیڈمی ○ دربار مارکیٹ، لاہور

فہرست

مؤلف کا اعتراف

شیخ الشائخ فریدالدین مسعود گنج شکر علیہ الرحمہ کی عقیدت کس دل میں جاگزیں نہیں۔

حضرت قدس سرہٗ

گلِ گلزارِ انوارِ معانی!

بھی ہیں اور

دُرِ دریائے گنجِ لامکانی

بھی۔

فریدکوٹ (مشرقی پنجاب) انہی کے نامِ نامی سے موسوم ہے۔
برِصغیر کے کروڑوں انسان حضرت بابا فرید علیہ الرحمہ کے روحانی فیوض سے مستفیض ہیں۔
مسلمان ہی نہیں، ہندو اور سکھ بھی جھوم جھوم کر حضرت بابا فرید کے دوہے گاتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ کی محبت میں وارفتہ ہوتے ہیں، تو فرماتے ہیں ؎

اٹھ فریدا ستیا جھاڑو دے مسیت،
توں ستا رب جاگدا تیری ڈاہڈے نال پریت

حب النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار ہوتے ہیں، تو پکار اٹھتے ہیں ؎

کاگا سب تن کھائیو چن چن کھائیو ماس
دو نیناں مت کھائیو پیا ملن کی آس

میرا پہلا وطن فریدکوٹ ہے حضرت بابا صاحب قدس سرہ کی عقیدت اور یاد سرمایۂ حیات ہے۔

میرے دادا جان حضرت مولانا رکن الدین محمد راسخ العقیدہ سُنّی حنفی مسلمان تھے عالم تھے، عامل تھے، شیخِ طریقت تھے۔ ابحاثِ فریدکوٹ ان کے معتقدات کا آئینہ ہے۔ درسِ نظامی کی تکمیل لاہور سے کی۔ نامور حکیم تھے اور میلادِ مبارک کی محفلیں منعقد کرتے۔

فریدکوٹ کے امام، خطیب اور قاضی تھے۔ بابا فریدالدین گنجِ شکر کی رُوحانی برکات سے مستفیض تھے۔ جدِ امجد کو حضرتِ محبوبِ سبحانی شہبازِ لامکانی شیخ سید عبدالقادر محی الدّین جیلانی علیہ الرحمہ سے براہِ راست توجہ حاصل تھی۔ میں نے انہیں ہر آن غوثِ پاک کے یہ اشعار گنگناتے سنا

دلم زعشقِ محمد پُر است و آلِ مجید!
گواہِ حال من است ایں ہمہ حکایاتم
چو ذرہ ذرہ شود ایں تنم بہ خاکِ لحد
تو بشنوی صلوات از جمیع ذراتم
سلام گویم و صلوٰت بر تو ہر نفسے
قبول کن بہ کرم ایں سلام و صلواتم

محفلوں میں خطبہ کے بعد ذوق سے فرماتے ؎

آؤ پڑھیں ادب سے درود و سلام کو   جانیں پیارا سب سے محمد کے نام کو

ان کے وصال پر مولانا محمد سعید شبلی نے فرمایا تھا کہ قاضی صاحب اللہ کے ولی تھے۔ وائے آج ہم ان کے فیوض و برکات سے محروم ہوگئے۔

والدِ بزرگوار قاضی محمد یٰسین خادمِ اسلام اور مخدوم المسلمین تھے۔ جوانی کا عالم میں نے ان کے سایۂ عاطفت میں گزارا۔ وہ شہر کے خطیب، امام، قاضی اور صدر تھے۔ ان کی صدارت میں تبلیغی جلسے اور علمی محفلیں منعقد ہوتیں۔ انہی مجالس میں ہمیں حضرت علی حسین کچھوچھوی، امیر ملت سید پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری، صدرالافاضل مولانا سید :

محمد نعیم الدین مراد آبادی، حضرت صوفی احمد مختار میرٹھی، مولانا محمد یٰسین چڑیاکوٹی، مولانا اسرار الحق طوطیِ ہند، مولانا قطب الدین برہمچاری، مولانا محمد یار بہاولپوری، مفتیِ اعظم سید ابوالبرکات لاہوری، مناظرِ اسلام مولانا محمد عمر اچھروی ایسے اکابرین سے ملاقات کرنے اور ان کے مواعظِ حسنہ سے مستفید ہونے کے مواقع نصیب ہوتے۔

سب سے پہلا مدرسہ والدہ کی گود تھی۔ سونے سے پہلے تمام بھائی بہنوں اور شاگردوں کو جمع کرتیں اور سرورِ کائنات فخرِ موجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حلیہ مبارک میٹھی میٹھی لَے میں پڑھ کر سناتیں، حلیہ مبارک کا پہلا شعر یہ تھا ؎

حمد ثنا خدا سچے نوں خالق خلقن ہارا!
خلقیو سنو نبی رسول محمد صورت انت سوہارا

اس حلیے کے پچپن بیت تھے۔ آج یہ اشعار مرحومہ کے سینکڑوں شاگردوں کے کانوں میں گونج رہے ہیں۔

میں نے فارسی حضرت مولانا محمد سردار عالم سے پڑھی۔ یہ صاحب صوفی منش جید عالم تھے۔ حضرتِ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کے حلقہ عقیدت سے متعلق تھے ہمیشہ مرشد کے یہ اشعار گنگناتے رہتے ؎

سُبْحَانَ اللہ مَا اَجْمَلَکَ مَا اَحْسَنَکَ مَا اَکْمَلَکَ
کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا، گستاخ اکھیں کتھے جا لڑیاں
ایہا صورت شالا پیشِ نظر رہے وقت نزع تے روزِ حشر
وچ قبر تے پُل تھیں جد ہوسی گزر سبھے کھوٹیاں تھیسن تد کھریاں
اس صورت نوں میں جان آکھاں، جانان کہ جانِ جہان آکھاں
سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں جس شان توں شاناں سب بنیاں۔
مکھ چند بدر شعشانی اے، متھے چمکدی لاٹ نورانی اے،
کالی زلف تے اکھ مستانی اے مخمور اکھیں ہن مد بھریاں،

سلوک میں میرے مرشد حضرت کرمانوالہ ہیں جو اولیائے کبار میں شمار ہوتے ہیں۔
قرآن پاک مولانا محمد سعید شبلی سے پڑھا جو متقی اور محقق عالم دین ہیں، اپنے رسالہ
اصح المطالب میں فرماتے ہیں:

جس کو اللہ تعالیٰ نے دانائی عطا فرمائی ہو وہ ایسے واقعہ کو بیان نہ کرے کہ جس سے
سننے والے کے دل میں ایسا وہم اور خیال آجائے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں
نقص کا یقین کرے۔ (زرقانی)

تفسیر کے لیے شیخ القرآن علامہ غلام علی اوکاڑوی کے دروس میں شرکت کی حقیقت
یہ ہے کہ معتقدات کی پختگی علامہ اوکاڑوی مدظلہ العالی کی محبتوں کا ثمر ہے۔ رہی سہی کسر علامہ
محمد عبدالحکیم شرف قادری کے خطبات نے پوری کر دی۔

مجھے اپنے معتقدات کو احاطۂ تحریر میں لانے کی کبھی جسارت نہ ہوتی۔ اگر مولانا
محمد عبدالحکیم شرف قادری، جناب مفتی عبدالقیوم ہزاروی، مخلص کرم فرما احسان الرؤف خان،
مولانا عبدالغفور صاحب اور عزیز القدر محمد عثمان علی خان مجھے یہ کتاب مرتب کرنے کی ہمت
نہ دلاتے۔ اس ترغیب میں میرے عزیز تلامذہ راؤ محمد اقبال اور محمد علی گوہر کا بھی ہاتھ ہے۔

اس فقیر پر سب سے زیادہ احسانات ہومیو ڈاکٹر ملک اے۔ ڈی بھٹی کے ہیں۔ یہ
میرے دیرینہ کرم فرما ہیں۔ ان کا ہمیشہ سے یہ خیال رہا ہے کہ میں لکھ سکتا ہوں، اس لیے
ضرور کچھ لکھوں، یہ صاحب سب سے پہلے محرک ہیں۔

پیر غلام قادر اشرفی (لالہ موسیٰ) رحمۃ اللہ علیہ کا ارشادِ گرامی تھا کہ لکھو، ضرور لکھو،
فوراً لکھو تاکہ میں اس کارِ خیر میں حصہ لوں۔ انہوں نے گراں قدر رقم بھی پیش کی جو میں
نے گہری احسان مندی کے جذبات کے تحت بصد شکریہ واپس کر دی۔

جن حضرات سے میں نے فیض حاصل کیا ہے اور جن سے ان شاء اللہ فیض حاصل
کرنا ہے، وہ سب میرے محسن ہیں۔ میرے آقا اور مولیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا

ارشادِ گرامی ہے: — حدیث پاک: ۱

جس نے لوگوں کا شکر ادا نہ کیا — مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ
اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ادا — يَشْكُرِ اللّٰهَ
نہیں کیا — (ترمذی شریف)

اللہ تعالیٰ ان سب کے درجات بلند کرے اور اپنا فضل و کرم ان کے
شامل حال رکھے۔

آیتِ مبارکہ: ۱

اے ہمارے رب ہم سے قبول فرما — رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ
بیشک تو ہی سنتا جانتا ہے۔ — أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

(۲-۱۲۷)

زریں اقوال

۱۔ غنی وہ ہے جو قناعت اختیار کرے
محتاج وہ ہے جو قناعت چھوڑ دے
سب سے اچھی بات یہ ہے کہ کسی کے دل کو راحت پہنچائے
(بابا گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ)

۲۔ پہلے اپنے آپ کو سمجھ پھر غیر کو۔
نفاق یہ ہے کہ توحید باہر گھر کے دروازے پر ہو اور شرک گھر کے عین اندر
(حضرت غوث پاک قدس سرہٗ)

یہ کتاب

یہ کتاب کیا ہے ؟

کلماتِ حکمت کے پھولوں کا گلدستہ۔

علمائے اہلِ سنت کی جو کتاب بھی مجھے ملی ہے۔ میں نے اس سے گُل چینی کی ہے، میری اپنی طرف سے کچھ نہیں۔

میں نے علماءِ حق کے افکار کو جمع کیا ہے اور انہیں مرتب کر دیا ہے تاکہ عام مسلمان فائدہ اٹھائیں اور ہدایت کے سیدھے راستے پر چلتے رہیں

ہر ہر جگہ سے پھول چننے میں میں نے سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادِ گرامی پر عمل کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ حدیث پاک : ۲

حضرت ابوہریرہ راوی ہیں کہ	وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :	رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
حکمت کی بات حکیم کی اپنی گم شدہ	كَلِمَةُ الْحِكْمَةِ ضَالَّةُ
چیز ہے، جہاں پائے وہی اس کا	الْحَكِیْمِ فَحَیْثُ وَجَدَهَا
حق دار ہے۔	فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا۔ (جامع ترمذی)

اچھی بات جہاں سے بھی ملے لے لینی چاہیئے۔

کلمۂ حکمت سے مراد اسلامی تعلیمات ہیں۔

کلماتِ حکمت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔۔ آیت مبارکہ : ۲

اور تمہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے وَیُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۔

کلماتِ حکمت کے لیے میں نے آیاتِ بیّنات اور صحیح احادیثِ مبارکہ کی طرف رجوع کیا ہے۔ آیات کے ترجمہ میں اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی اتباع کی ہے، احادیث کے ترجمہ میں حکیم الامّت مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ کی۔ ان حضرات کا مسلک سلف صالحین کے مسلک کے عین مطابق ہے۔

سعادت اسی میں ہے کہ ہم ان محسنوں کے افکار سے فیض حاصل کریں۔ ہر مسلمان کو کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن اور مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

امید ہے کہ عام مسلمان مسلک کے طور پر ان افکار کو اپنائیں گے اور صراطِ مستقیم پر گامزن رہیں گے ؎

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

آیات کے تحت دو دو عدد دیے گئے ہیں۔ پہلا عدد سورۃ کا ہے اور دوسرا آیت کا۔ مثلاً : رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا

(۲ - ۱۲۷)

آیتِ مبارکہ قرآن مجید کی دوسری سورۃ (البقر) کی ۱۲۷ ویں آیت ہے۔

یاد رکھیے کہ یہ کتاب اس لیے لکھی گئی ہے کہ دینِ اسلام کی موٹی موٹی باتیں عام مسلمانوں کے ذہن نشین کر دی جائیں تاکہ وہ الحاد اور دہریت کے اس دور میں غلط سلط تاویلوں پر کان نہ دھریں اور سلف صالحین کے مشرب پر قائم رہ کر اپنے ایمان کی حفاظت کر پائیں اور دینِ حق کی تبلیغ و اشاعت میں ٹھیک طور پر کمر بستہ رہیں۔

بخدا اختلافات کو ہوا دینا مقصود نہیں۔ مدعا یہ ہے کہ دینِ فطرت کے عام اصولوں پر امتِ مُسلمہ کو متفق ہونا چاہیئے۔ عقلِ سلیم سے کام لیں تو اختلافات رہتے ہی نہیں۔

آجکل عربی متن کو حذف کرنے کا رجحان عام ہے۔ میرے نزدیک ایسا کرنا مناسب نہیں۔ ترجمہ میں متن کی ظاہری اور باطنی خوبیاں کیسے سموئی جا سکتی ہیں۔ آیاتِ بینات اور

احادیثِ پاک کے عربی متن کو دیکھنا، پڑھنا، سمجھنا، لکھنا، سنانا عین عبادت ہے، ان کا حفظ کرنا فلاحِ دارین کا باعث ہے۔

میں نے ہر ہر آیت اور ہر ہر حدیث کا عربی متن دیا ہے۔ امید ہے کہ میرے بزرگ، بھائی اور بچے حتی الامکان انہیں حفظ کر کے اپنی دنیوی اور اُخروی نجات کا سامان فراہم کریں گے۔

اپنی ہر دلیل کی بنا میں نے قرآن پاک اور صحیح حدیث پر رکھی ہے جو ہر مسلمان کے لیے قابلِ قبول ہے۔

میں نے اپنے قلمی مسودہ کے ایک ایک حرف کی اصلاح حضرت مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری سے ـــــ کروائی ہے اور ان کی ہر اصلاح کو بلا تامل قبول کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت علامہ کی بیش بہا اصلاح سے میں نے بہت کچھ سیکھا ہے، اللہ کریم انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے تین بیٹے عطا فرمائے ہیں؛ محمد سعید اقبال۔ محمد طاہر یٰسین اور محمد خالد پرویز۔ سعید صاحب بفضلِ خدا سب سے بڑے بھائی ہیں۔ ارشادِ نبوی ہے حدیث ۲۱

حَقُّ كَبِيْرِ الْاِخْوَةِ عَلٰى صَغِيْرِهِمْ حَقُّ الْوَالِدِ عَلٰى وَلَدِهٖ۔

بڑے بھائی کا حق چھوٹے بھائیوں پر ایسا ہے، جیسا کہ باپ کا حق بیٹوں پر۔

(اشعت الایمان)

سعید صاحب کو معلوم ہے کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت کرمانوالہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت میاں صاحب بستی شریف رحمۃ اللہ علیہ کی دعائیں عزیز القدر کے شاملِ حال ہیں۔ میرے مشن کو مؤثر اور زندہ رکھنے کے لیے وہ سربراہ بنیں اور دونوں چھوٹے بھائی ان کے مخلص ممد و معاون ہوں۔

تینوں بچے میرے تمام مسودات کو طباعت اور اشاعت کا درجہ دیں۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ

طالبِ دعا راجیٔ رحمتِ ربِّ کریم

محمد عبد الحکیم قاضی عفی عنہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شکرِ نعمت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا

آیت مبارکہ ۳۱

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۜ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۙ مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۔ (۱۸ - ۱)

سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کو جس نے اپنے بندے پر کتاب اتاری اس میں اصلا کجی نہ رکھی عدل والی کتاب کہ اللہ تعالیٰ کے سخت عذاب سے ڈرائے اور ایمان والوں کو بشارت دے۔ جو نیک کام کریں کہ ان کے لیے اچھا ثواب ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ طَبِيْبِ الْقُلُوْبِ وَدَوَائِهَا وَعَافِيَةِ الْاَبْدَانِ وَشِفَائِهَا وَنُوْرِ الْاَبْصَا وَضِيَائِهَا وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهِ الْبَرَ التُّقٰى۔

درود و سلام ہو سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو دلوں کے طبیب اور ان کی دوا ہیں اور بدنوں کی عافیت اور ان کی شفاء ہیں اور آنکھوں کا نور اور ان کی ضیاء ہیں، آپ کی آل و اصحاب پر جو سب نیک اور متقی ہیں۔

آیت مبارکہ ۲

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۙ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ۙ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَا يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ۠ (۲۰ - ۲۷)

اے رب میرے لیے میرا سینہ کھول دے اور میرے لیے میرا کام آسان کر اور میری زبان کی گرہ کھول دے کہ وہ میری بات سمجھیں۔

مُناجات[1]

اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ

اے خدا اے مہرباں مولائے مَن
اے انیسِ خلوتِ شبہائے مَن
اے کریمِ کارسازِ بے نیاز
دائم الاحساں شہِ بندہ نواز

٭

اے کہ نامت راحتِ جان ودلم
اے کہ فضلِ تو کفیلِ مشکلم
ہر دو عالم بندۂ اکرام تو
صد چو جانِ من فدائے نامِ تو

٭

پُر کن از مقصد تہی دامانِ ما
از تو بِذ رُفتن ز ما کردن دُعا
اللہ اللہ زیں طرف جرم وخطا
اللہ اللہ زاں طرف رحم وعطا

٭

لہ مناجات وہ نظم ہے جس میں اپنی عاجزی کا اظہار کرکے اللہ کریم سے التجا اور دُعا کی جائے

(ترجمہ)

اے اللہ ! اے مہربان، میرے مولا !
اے میری راتوں کی تنہائی کے انیس !
اے کام بنانے والے کریم، بے نیاز !
ہمیشہ احسان فرمانے والے بندہ نواز بادشاہ

٭

اے وہ ذات کہ تیرا نام میری جان اور دل کی راحت ہے
اے وہ ذات کہ تیرا فضل میری مشکل حل کرنے والا ہے
دونوں جہان تیرے احسان کے بندے ہیں
مجھ ایسی سو جانیں تیرے نام پر فدا

٭

ہمارے خالی دامن کو مقصد سے پُر کر دے
تیرے شایانِ شان قبول کرنا اور ہمارا کام دُعا ہے
اللہ اللہ ! ہماری طرف سے جُرم اور خطا ہے
سُبحان اللہ! اُس طرف سے رحم و عطا ہے

٭

نعت

صابر براد؟

اے احمدِ مُرسَل نورِ خدا — تیری ذاتِ صفا کا کیا کہنا
پڑھتے ہیں ملائک صلِّ علیٰ — تیری شانِ عُلا کا کیا کہنا
چہرے پہ ہیں قربان شمس وقمر — زلفوں پہ تصدق شام وسحر
رخساروں پہ ٹھہرے کس کی نظر — ترے رُخ کی جلا کا کیا کہنا
سوگند ہے چہرے کی شمس وضحیٰ — والّیل ہے تیری زلفِ دوتا
سینے کی صفت ہے الم نشرح — تیرے دل کی فضا کا کیا کہنا
وَالعصر ہے تیرے زماں کی قسم — وَلَعَمْرُکَ تیری جاں کی قسم
والبَلد ہے تیرے مکاں کی قسم — تیرے رہنے کی جا کا کیا کہنا
جبریل رہے، براق تھکے — رَفرَف بھی آگے جا نہ سکے
رب اُدْنُ مِنِّي حَبِيْبِيْ کہے — تیرے قربِ خدا کا کیا کہنا
کھایا نہ کبھی بھی جی بھر کر — خود بھوکے رہے باندھے پتھر
اوروں کو دیا جھولی بھر بھر — تیرے دستِ عطا کا کیا کہنا
سائل جو کبھی در پہ آیا — خالی نہ کبھی اس کو پھیرا
جو اس نے مانگا وہی دیا — تیری جود وسخا کا کیا کہنا
بدبخت جو تھے وہ نیک ہوئے — لڑتے تھے ہمیشہ جو ایک ہوئے
تو نے جھگڑے سارے لپیٹ دیے — تیرے فہم و ذکا کا کیا کہنا
کفار نے کیا کیا کچھ نہ کیا — پر تو نے نہ کی کچھ ان پہ جفا
رَبِّ اهْدِ قَوْمِيْ حق نے کہا — تیرے مہر ووفا کا کیا کہنا
صابر سے کہاں ہو مدح تیری — تیرے خلق میں ہے قرآن سبھی
جب تیری ثنا اللہ [illegible] کرے — پھر مجھ سے گدا کا کیا کہنا

دَردِ دِل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ع کبھی اے نوجواں مُسلم تدبر بھی کیا تو نے

آج ہر طرف سے اسلام پر حملے ہو رہے ہیں، ہنود، یہود، نصاریٰ، ملحد، اشتراکی، مشرک سب اسلام کے خلاف ملتِ واحدہ ہیں۔

مسلمان کہلانے والے آپس میں پھٹے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کی ریاستوں پر یلغار ہے تو ان کے عقائد پر بھی وار کیے جا رہے ہیں، مگر مسلمان ہیں کہ خوابِ خرگوش میں مدہوش ہیں۔ ایسی غفلت کفار کا حصّہ ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اور بے شک ہم نے جہنم کے لیے پیدا کیے بہت سے جن اور آدمی، اور وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے نہیں اور وہ کان جن سے سنتے نہیں۔ وہ چوپایوں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ ہیں، وہی غفلت میں پڑے ہیں۔

(کنزالایمان)

آیتِ مبارکہ:

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ۝

(۷ - ۱۷۹)

اللہ کریم کے علمِ ازلی میں ہے کہ کفار آیاتِ الٰہیہ میں غور وفکر نہیں کریں گے۔ علم اور عرفان سے بے بہرہ رہیں گے۔ انہیں صرف کھانے پینے سے سروکار رہے گا۔ یہ کام تو

حیوان بھی کرتے ہیں۔ کافر جانوروں سے بھی بدتر ہوئے۔ حیوان اپنے نفع کی طرف چلتا ہے، کافر نقصان کے راستہ پر چلتا ہے۔

آج کافر ہوشیار ہے، بیدار ہے، برسرِ پیکار ہے۔ مسلمان ہے کہ غافل ہے، محوِ خواب ہے، نیکی کے راستے سے پیچھے ہٹتا ہے، بے حس ہے۔

جن مسلمانوں میں جان ہے، وہ ایک دوسرے کے جان لیوا ہیں۔ تمام وسائل ایک دوسرے کے خلاف صرف ہو رہے ہیں، تمام ہتھیار اپنوں پر اٹھ رہے ہیں۔

کاش کہ مسلمان اپنے منصب کو پہچانیں، اپنی ذمہ داریوں کو بجالائیں۔

چھوٹے فرقوں کو چاہیے کہ سوادِ اعظم کے موقف کو سمجھیں۔ اس میں شامل ہو کر اسلام کے حصار کو مضبوط سے مضبوط تر بنائیں۔

مسلمانو! اللہ تعالیٰ کا حکم ہے؛ — آیتِ مبارکہ: ۸

نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو (کنزالایمان) — تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى۔ (۵ - ۲)

آیتِ مبارکہ: ۹

اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر آپس میں پھٹ نہ جانا (کنزالایمان) — وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ (۳ - ۱۰۳)

اسلام کی نشر و اشاعت کے لیے متفق اور متحد رہو، کوئی ایسی حرکت نہ کرو جو مسلمانوں میں فرقہ بندی کا سبب ہو۔

اختلاف اور تفرق میں پڑو گے، تو بزدل ہو جاؤ گے۔ — آیتِ مبارکہ: ۱۰

اور تمہاری بندھی ہوئی ہوا جاتی رہے گی۔ (اعلیٰ حضرت) — وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ (۸ - ۴۶)

ضعیف، کمزور اور بے وقار ہو جاؤ گے۔

مسلمانو! وہ زمانہ یاد کرو، جب تم کہیں کے نہ تھے۔ تم ایک دوسرے کے

بیری اور دشمن تھے۔

اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا؛ — آیتِ مبارکہ: ۱۱

اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا اور اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی بھائی ہو گئے۔ (کنزالایمان) — فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ (۳ - ۱۰۳)

ان روشن نشانیوں کے بعد اگر کفرانِ نعمت کرو گے اور پھوٹ میں پڑ کر اپنی ذلت اور بربادی کے اسباب مہیا کرو گے، تو کل اللہ کریم اور اس کے رسول رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھاؤ گے ؎

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرمِ پاک بھی، اللہ بھی قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک،
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں، (اقبال)

آیئے ہم اختلافات کو ختم کریں۔

اسلام کی حفاظت کے لیے نیک اور ایک ہو جائیں۔ — آیتِ مبارکہ: ۱۲

گویا سیسہ پلائی ہوئی دیوار — كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۚ (۶۱ - ۴)

دیکھیے خالقِ کائنات کیا کہنا چاہتا ہے اور اس رب العالمین کی خوشخبریاں کن لوگوں کے لیے ہیں۔

ارشادِ گرامی ہے؛ — آیتِ مبارکہ: ۱۳

تو خوش خبری سنا دو میرے ان بندوں کو جو کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں۔ یہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی اور یہ ہیں جن کو عقل ہے

فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

(۳۹ - ۱۸)

پس یہ روشن حقیقتیں ہیں — اٰيَاتٌ بَيِّنَاتٌ

(۳ - ۹۷) آیتِ مبارکہ ۱۴

انہیں تسلیم کرو

اللہ تعالیٰ سے ڈرو — فَاتَّقُوا اللّٰهَ

آپس میں صلح کرو — وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ

(۸ - ۱)

متحد ہو کر قرآن کریم کو تھام لو۔

رحمتِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دامن سے وابستہ ہو جاؤ۔

اسی میں اسلام کی سربلندی ہے۔

اسی میں ملتِ اسلامیہ کی فلاح ہے۔

اسی میں تمہاری کامیابی ہے۔

ہمارا دین

ہمارا دین اسلام ہے۔

حجۃ الوداع ہے، عرفہ کا روز ہے، جمعہ کا دن ہے، مقامِ عرفات ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے محبوب! — آیتِ مبارکہ ۱۵

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

(۵ - ۳)

جو شخص اسلام کے سچا دین ہونے پر ایمان لاتا ہے، وہ مسلمان ہے۔

اللہ کریم کا فرمان ہے: — آیتِ مبارکہ ۱۶

اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔

هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ۔

(۲۲ - ۷۸)

حضرت عباس بن عبدالمطلب راوی ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: — حدیث پاک ۳

اس نے ایمان کا لطف پا لیا جو اسلام کے دین ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رسول ہونے پر راضی ہو گیا۔

ذَاقَ طَعْمَ الْاِيْمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا۔

(مسلم شریف)

ہمارا مسلک

ارشادِ باری تعالیٰ ہے : آیتِ مبارکہ: ۱۷

ہرگز تم اللہ کا دستور بدلتا نہ پاؤ گے

لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا

(۴۸ - ۲۳)

اللہ کریم کی حکمت اور طاعت کا عملی نمونہ سُنّتُ النبیؐ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ یعنی وہ طریقہ جسے حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اختیار فرمایا۔

قرآن پاک میں ہے : آیتِ مبارکہ: ۱۸

بے شک تمہیں رسول کی پیروی بہتر ہے

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

(۳۳ - ۲۱)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سُنّتوں پر چلو۔

ارشادِ خداوندی ہے : آیتِ مبارکہ: ۱۹

جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں، لے لو اور جس سے منع کریں۔ باز رہو۔

وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

(۵۹ - ۷)

اہلِ سُنّت

ارشادِ نبوی ہے : حدیث پاک: ۴

میرے بعد تم میں سے جو جیے گا وہ بڑا اختلاف دیکھے گا، لہٰذا تم میری اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت مضبوط پکڑو اور اسے دانت سے مضبوط پکڑو۔

فَاِنَّهٗ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرٰى اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ۔

(مشکوٰۃ شریف)

مخبرِ صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کے مطابق امتِ مسلمہ میں کئی ایک اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔

ناجی جماعت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ اہل سنت ہے۔

پھر فرمایا : حدیث پاک: ۵

اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔

وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِيْ عَلٰى ثَلٰثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً۔

اہلِ جماعت

سب دوزخی ہیں	كُلُّهُمْ فِي النَّارِ
سوائے ایک ملت کے	اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً
(صحابہ نے) پوچھا،	قَالُوْا
یارسول اللہ وہ کون؟	مَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
فرمایا،	
جماعت (بڑا گروہ)	هِيَ الْجَمَاعَةُ

(ابی داؤد)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حدیث پاک: ٦

یقیناً اللہ تعالیٰ میری امت کو یا	اِنَّ اللّٰهَ لَا يَجْمَعُ اُمَّتِيْ اَوْ
فرمایا امتِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو	قَالَ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ عَلٰى ضَلَالَةٍ
گمراہی پر متفق نہ ہونے دے گا اور جماعت	وَيَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَ
پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ جو جماعت سے	مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ۔
پھرا، دوزخ میں جا رہے گا۔	(رواہُ الترمذی)

ناجی امت کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ اہلِ جماعت ہے، یعنی اکثریت میں ہے۔

پس ناجی امت وہ ہے جو اہلِ سنت وجماعت کے نام سے موسوم ہے۔

صراط المستقیم

ہر مسلمان اللہ کریم کے حضور دعا کرتا ہے: آیتِ مبارکہ: ٢٠

اے اللہ! ہم کو سیدھا	اِهْدِنَا الصِّرَاطَ
راستہ چلا	الْمُسْتَقِيْمَ۔

سیدھا راستہ کون سا ہے؟

راستہ ان کا جن پر تو نے	صِرَاطَ الَّذِيْنَ
انعام کیا۔	اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

حدیث پاک میں ہے، حدیثِ مبارکہ: ٧

بڑے گروہ کی پیروی کرو	اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ۔

(رواہ ابن ماجہ)

غور کیجیے سلف صالحین اور مسلمانوں کی اکثریت کا مسلک کیا ہے؟

خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سب کے سب سنّت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عامل تھے۔ ان میں کوئی دینی اختلاف نہ تھا، یہی مسلک تابعین اور تبع تابعین کا ہے۔

امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام حنبل سب اہلِ سنت وجماعت ہیں۔

محدثین کو لیجیے: امام بخاری، امام مسلم، ابن ماجہ، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، دارمی، طحاوی، دارقطنی سب اہلِ سنت وجماعت ہیں۔

برِ صغیر پاک و ہند کے تمام اولیائے کرام و مشائخ عظام جن کے روحانی فیوض کی بدولت آج ہم کروڑوں کی تعداد میں حلقہ بگوشِ اسلام ہیں، اہلِ سنت وجماعت ہیں۔

حضرت داتا گنج بخش، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت بابا فرید گنج شکر، حضرت باقی باللہ، حضرت خواجہ بہاء الدین زکریا، حضرت سلطان العارفین سلطان باہو، حضرت شہباز قلندر۔ ان میں کون ہیں جو اہل سنت وجماعت نہیں۔

یہی حال مفکرین کا ہے۔ رازی، غزالی، شاہ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ سب اہل سنت وجماعت ہیں۔

فاتحین اور مجاہدینِ اسلام سلطان محمود غزنوی سے لے کر اورنگ زیب عالمگیر تک سب اہل سنت وجماعت ہیں۔ کروڑہائے عامۃ المسلمین میں سے اکثریت اہل سنت وجماعت ہے۔

اہل سنت وجماعت کی حقانیت کا اس سے واضح ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے۔

پشت ہا بر مسلکِ آبا۔ مزن

سلف صالحین کے مسلک کو نہ چھوڑیے، ان کا احترام کیجیے، ان کے نقشِ قدم پر چلیے، کیونکہ ؎

زاجتہادِ عالمانِ کم نظر
اقتدا بر رفتگاں محفوظ تر

کم نظر علماء کا اجتہاد فتنوں کو جنم دیتا ہے، اس لیے بہتر یہی ہے کہ سلف صالحین کے نظریات کو اپنایا جائے، یہی سلامتی کا راستہ ہے، اسی میں قوم وملت کی فلاح ہے۔

چھوٹی جماعت

قرآن پاک میں ہے: آیتِ مبارکہ ۲۱

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ (۲-۲۴۹)

بارہا چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غالب آگئیں۔

ذکر حضرت طالوت اور جالوت کی باہم لڑائی کا ہے۔ ایک طرف حضرت طالوت اور ایمان والوں کی چھوٹی سی جماعت ہے، دوسری طرف جالوت اور اس کی کثیر فوجیں (وَجُنُوْدِهٖ)۔ مومنین کو اپنی اقلیت کا احساس ہے۔ آیتِ مبارکہ ۲۲:

قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ؕ

بولے آج تو ہم جالوت اور اس کی فوجوں سے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتے

لیکن مومنینِ راسخین کی قوتِ ایمانی مضبوط تھی۔ وہ دشمن کی کثرتِ تعداد سے خائف نہ تھے، پکار اٹھے:

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ

بارہا چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غالب آگئی ہیں۔

آیتِ مبارکہ ۲۳:

وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝

اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

مومنین کو اللہ تعالیٰ کی نصرت پر ایمان تھا، انہیں یقین تھا کہ صبر وثبات کے ساتھ کفار پر غالب آجائیں گے۔

یاد رہے کہ مومنین کا مقابلہ جب کفار سے ہوتا ہے تو سنتِ الٰہیہ یہی ہے کہ مومنین کی اقلیت قوتِ ایمانی کی بدولت کفار کی اکثریت پر غالب آجاتی ہے، یہ عین حق ہے۔

تاہم اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ صداقت ہمیشہ اقلیت کے ساتھ ہوتی ہے درست نہیں
یہ خیال کرنا گمراہی ہے کہ مٹھی بھر فتنہ پردازوں کو سوادِ اعظم کی پروا نہ کرنی چاہیئے۔ حق،
امّتِ مسلمہ کی اکثریت کے ساتھ ہوتا ہے۔

مسلمانوں کا قلیل گروہ جب کفار کے مقابل ہوتا ہے، تو یہ نعرہ بلند کرتا ہے۔ آیت ۲۴

اے رب ہمیں صبر دے اور	رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ
ہمارے قدم جمائے رکھ اور	ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا
ہمیں کافروں پر غالب کر	عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ - (۲ - ۲۵۰)

جب معاملہ مسلمانوں کا اپنا ہو تو اکثریت کے ساتھ رہنا واجب ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: آیتِ مبارکہ: ۲۵

اور جو کوئی ہدایت واضح ہو جانے	وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ
کے بعد رسول کی مخالفت کرے گا	بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى
وہ مومنوں کے راستے کے علاوہ	وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ
کسی اور راستہ کی پیروی کرے گا تو ہم	نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ
اسے کرنے دیں گے جو وہ کرتا ہے اور پھر	جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا
اسے جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ برا ٹھکانا ہے	(۴ - ۱۱۵)

واضح رہے کہ مومنین کی اکثریت کے راستہ پر چلنا واجب ہے اور ان کی مخالفت گمراہی ہے۔

حدیث پاک میں ہے: حدیث پاک: ۸

حضرت ابوذر راوی ہیں فرمایا رسول اللہ	وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ
صلی اللہ علیہ وسلم نے جو	رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
جماعت سے بالشت بھر جدا	مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ

ہوا اس نے اسلام کی رسی اپنی	شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ
گردن سے اتار ڈالی۔	الْاِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهٖ۔

(مشکوٰۃ شریف)

اسلام کی بناء روحانی اقدار پر ہے۔
الوہیت، نبوت، وحی خالص آخرت روحانی اقدار ہیں۔
یہ عین ایمانیات ہیں۔
حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام

آخری نبی ہیں	وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

(۳۳ - ۴۰)

آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات والا صفات کے ساتھ نبوت کمالِ کل کو پہنچ گئی۔

آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد نہ کسی نبی کی ضرورت رہی، نہ کوئی نیا نبی آ سکتا ہے، تاہم روحانی فیوض و برکات کا سلسلہ جاری اور ساری ہے۔

صالحین

دینِ حق کی خدمت اور تبلیغ کے لیے صدیقین، شہدا اور صالحین کا لامتناہی سلسلہ قائم ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے: آیتِ مبارکہ: ۲۶

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝

اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ۔ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

(۴ - ۶۹)

گویا ناجی جماعت کا تیسرا امتیازی نشان ان میں صالحین کا مسلسل سلسلہ ہے۔ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ یہ امتیاز صرف جماعتِ اہلِ سنت کا حصہ ہے۔ اولیائے کرام اور مشائخ عظام اسی جماعت سے ہوتے چلے آتے ہیں اور بفضلِ خدا یہی جماعت صدیقین، شہداء اور صالحین کے دامن سے وابستہ ہے اور ان نیک ہستیوں کی عزت اور تکریم کی قائل ہے اور ان کی رفاقت اور محبت کی تمنا رکھتی ہے اور عملی طور پر ان کی تعظیم بجالاتی ہے۔

مولانا رُوم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

ہم نشینِ اہلِ معنیٰ باش تا
ہم عطا یابی و ہم باشی فتیٰ
مہرِ پاکاں درمیانِ جاں نشاں
دل مدہ الّا بمہرِ دل خوشاں

(ترجمہ) صالحین کی رفاقت اختیار کرتا کہ فضیلتِ انعام پائے اور کامیاب ہو۔ پاک لوگوں کی محبت دل میں رکھ، یہی راضی برضا ہیں اور خوش انجام ہیں۔ ان کے سوا کسی کی محبت میں دل نہ دے۔

ان شاء اللہ العزیز جماعتِ اہلِ سنت کے افراد کو ہی یہ خطاب ہوگا۔ آیت ۲۷:

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۚ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝

اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو تو اس سے راضی، وہ تجھ سے راضی۔ پس میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں آ۔

(۸۹ - ۲۷)

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝

اے ہمارے رب! ہمارے گناہ بخش دے، ہماری برائیاں مٹا دے اور نیکوں کے ساتھ ہمیں قبض فرما۔

فتنہ پردازی سے بچیے

فتنہ پردازی آج کا عام مَرض ہے۔

ایک طبقہ ایسا ہے کہ ان کا شغل ہی نکتہ چینی ہے۔ بیکار اور فضول بحثوں کو سادہ لوح مسلمانوں کے عقائد، خیالات، جذبات اور تصوّرات میں شک و شبہ کے بیج بوتے ہیں۔ یہ لوگ ملک و ملت کے ہمدرد نہیں ہیں۔

قرآن پاک میں ہے : آیتِ مبارکہ ۲۸۱

وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب	هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ
اتاری، اس کی کچھ آیتیں صاف	الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ
معنی رکھتی ہیں، وہ کتاب کی اصل ہیں	هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ
اور دوسری وہ ہیں جن کے معنوں میں	مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ
اشتباہ ہے، وہ جن کے دلوں میں کجی ہے	فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ
وہ اشتباہ والی کے پیچھے پڑتے ہیں، گمراہی	مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ
چاہنے اور تاویل ڈھونڈنے کو۔	تَاْوِیْلِهٖ ؔ (۳ - ۷)

قرآن کریم میں دو طرح کی آیات ہیں۔ اوّل مُحْكَمٰتٌ ان کا مطلب واضح ہے مفہوم صاف ہے۔ دوم مُتَشٰبِهٰتٌ وہ چند وجوہ کا احتمال رکھتی ہیں۔ سائنس صرف ان چیزوں پر بحث کرتی ہے جو حواس سے دیکھی، سُنی، چکھی، سُونگھی اور چھُوئی جا سکتی ہیں۔ قرآن حکیم میں ایسی حقیقتیں بھی ہیں جو حواس سے ماوراء ہیں، انسان کے علم کی گرفت سے باہر ہیں، مثلاً کائنات کی حقیقت، اس کا آغاز اور انجام، برزخ، قیامت وغیرہ وغیرہ۔ قرآن کریم نے ان حقیقتوں کو ایسے الفاظ اور ایسے اسلوب سے بیان فرمایا ہے جو مبنی بر حقیقت ہے۔

جو لوگ طالبِ حق ہیں وہ محکمٰت پر عمل کرتے ہیں جس مقصد کے لیے قرآن پاک نازل ہوا ہے۔ اس مقصد کو یہ آیات بیّنات پورا کر دیتی ہیں۔ وہ لوگ متشابہات پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان کے سیدھے سادے مفہوم کو کافی جانتے ہیں، خواہ مخواہ کی کج بحثوں اور موشگافیوں میں نہیں پڑتے۔ نکتہ چینی فضول قسم کا ذوق ہے جو انسان کو حقیقت سے اور دُور لے جاتا ہے۔

فلسفی کو بحث کے اندر خدا ملتا نہیں
ڈور کو سُلجھا رہا ہے اور سرا ملتا نہیں (اکبر)

جن لوگوں کے دل میں کجی ہے، وہ بدنیّتی سے غلط قسم کی تاویلیں کرتے ہیں اور بے کار بحثوں کو چھیڑتے ہیں، حالانکہ انہیں پتہ ہے کہ وہ ایسا کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے، یہ حرکت نہایت بُری ہے۔

ہر مسلمان کو اس سے بچنا چاہیے۔
فرقہ بندی کے نزدیک تک نہ جایئے۔

ع قوموں کے لیے موت ہے مرکز سے جُدائی

اُمّتِ مسلمہ کی بہت بُری سماجی برائی فرقہ بندی ہے۔ پہلے دور میں ملّی وحدت اور یک جہتی ہمارا طرۂ امتیاز تھا۔ فخرِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پردہ فرماتے ہی بعض قبائل نے مطالبہ کیا کہ نماز پڑھوا لو، زکوٰۃ معاف کر دو۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے خلاف جہاد کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ کلمہ طیبہ پڑھنے والے کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے کہ اس کا خون بہانا روا نہیں۔ صدیق اکبر نے فرمایا واللہ! جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا، میں اس سے جہاد کروں گا۔ جو مسلمان رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں بھیڑ کا ایک بچہ بھی دیتا تھا، اُسے دینا ہوگا۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمجھایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ

نے سمجھا۔ سب نے خلیفہ برحق کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانۂ خلافت ہے۔ آپ نے دیکھا کہ لوگوں نے عورتوں کے مہر بہت بڑھا دیے ہیں۔ خیال فرمایا کہ خاص حد مقرر کی جائے۔ اس بارے میں نمازیوں سے مشورہ کیا۔ ایک خاتون نے یہ آیتِ مبارکہ پڑھی: آیت ۲۹،

اور تم نے بیویوں میں سے کسی کو   وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا

بہت مال دے دیا تو واپس   فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا ط

نہ لو۔ (۴ - ۲۰)

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اس خاتون نے سچ کہا۔

دیکھیے ہر شخص کا ذہن اپنا ہے، سوچ اور بچار اپنی ہے، رائے دینی چاہیے۔ تاہم نیت میں خلوص ہونا چاہیے نہ کہ نمود و نمائش۔ اکثریت کے ساتھ اتفاق کرنا چاہیے۔ ملّی مفاد کو اہمیت دینی چاہیے۔ ملّی زندگی وسیع خاندانی زندگی ہے۔ اسے ثابت اور سالم رکھنا لازم ہے۔

ملتِ اسلامیہ کی وحدت سب سے مقدم ہے۔ چھوٹی جماعتوں کو سوادِ اعظم کا ساتھ دینا چاہیے جو ڈالی شجر سے ٹوٹ جائے گی۔ ع

ممکن نہیں کہ پھر وہ ہری ہو بہار میں

اس کی روحانی زندگی ختم ہے، اس نے ملت کو کمزور کر دیا ہے اور خود نیست و نابود ہو جائے گی۔

فلاح کا راستہ یہ ہے ؎

ملت کے ساتھ رابطۂ استوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے اُمیدِ بہار رکھ

چھوٹی جماعتوں کو فرقہ سازی سے تائب ہو کر سوادِ اعظم کے دامن سے وابستہ

ہو جانا چاہیے۔

مسلمان! اپنے منصب کو پہچان! ؎

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوعِ انساں کو
اخوت کا بیاں ہو جا، محبت کی زباں ہو جا
مصافِ زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر
شبستانِ محبت میں حریر و پرنیاں ہو جا
گزر جا بن کے سیلِ تند رو کوہ و بیاباں سے!
گلستاں راہ میں آئے تو جُوئے نغمہ خواں ہو جا
ترے علم و محبت کی نہیں ہے انتہا کوئی
نہیں ہے تجھ سے بڑھ کر سازِ فطرت میں نوا کوئی

خُودی تیری مُسلماں کیوں نہیں ہے۔
ترے دریا میں طوفاں کیوں نہیں ہے
عبث ہے شکوۂ تقدیرِ یزداں!
تو خود تقدیرِ یزداں کیوں نہیں ہے،

(اقبال)

صرف حق ہی حق ہے

دین صرف ایک ہے
وہ دین اسلام ہے
صراطِ مستقیم بھی ایک ہی ہے
وہ مسلک اہلِ سنّت وجماعت ہے
یہی جماعت سوادِ اعظم ہے
اسی پر اللہ کریم کا ہاتھ ہے
حق اسی کے ساتھ ہے

۞

یہ درست نہیں کہ ہر فرقہ راستی پر ہے
یہ نظریہ اکبر کے دینِ الٰہی کا سیاسی سٹنٹ تھا
ہندوؤں کو خوش کرنے کے لیے کہا گیا تھا کہ

ع کس ندیدم کہ گم شد از رہِ راست

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی باطل تصور کے خلاف جہاد کیا تھا اور اکبر کے پوتوں کو بالآخر یہ کہنا پڑا تھا کہ

"بابائے ما اکفر بود"

یہ نعرہ سیاسی داؤ پیچ کے طور پر ہندو نے لگایا کہ

ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی
ہم سارے ہیں بھائی بھائی

فریب خوردہ ہندو نواز لیڈروں نے اس کی تائید کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ ع

خدا خدا نہ سہی رام رام کرلیں گے

اس صدی کے مجدد حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ نے اسی نظریے کے خلاف امّتِ مسلمہ کو دو قومی نظریے کا درس دیا جس کی بنا پر یہ نعرہ معرضِ وجود میں آیا ؎

پاکستان کا مطلب کیا
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ

اسی نعرۂ توحید کا ثمر مملکتِ خداداد پاکستان ہے۔

مسلمانو! اللہ کریم فرماتا ہے:

آیتِ مبارکہ: ۳۰

سچ کو جھوٹ کے ساتھ
کیوں ملاتے ہو؟

لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ
(۳ - ۷۱)

ایسا کرنا منافقت ہے

آیتِ مبارکہ: ۳۱

مومن کی شان یہ ہے کہ،
ایمان کو ظلم کے ساتھ
خلط ملط نہیں کرتے

وَلَمْ یَلْبِسُوْا اِیْمَانَھُمْ
بِظُلْمٍ (۶ - ۸۲)

عقیدہ

مومن عقیدے کا پکا ہوتا ہے ۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے ؎

اِس دَور میں سب مٹ جائینگے، اک باقی وہ رہ جائے گا
جو قائم اپنی راہ پہ ہے اور پکا اپنی ہٹ کا ہے

البتہ مومن کسی کا بدخواہ نہیں ، وہ تو ہر ایک کا خیر خواہ ہے
سیّد عالم علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے اسے یہی سبق دیا ہے۔
غیروں نے آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم پر پتھر برسائے،
حضور اکرم علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے دُعا فرمائی ؛ حدیث پاک ؛ ۹

اے اللہ انہیں ہدایت دے — اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ
کہ یہ نہیں جانتے — فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ

یہ کبھی نہ فرمایا وہ بھی ٹھیک، ہم بھی ٹھیک ۔ ہر ملک کو اپنی سرحدیں مضبوط کرنا ہوتی ہیں۔ ہاں ؛ اقلیتوں کو امان ہوتی ہے ۔
ہر شخص کو اپنے عقائد راسخ رکھنے لازم ہیں۔ آیتِ کریمہ ؛ ۳۲

دین میں زبردستی نہیں — لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ
(۲- ۲۵۶)

اپنے عقائد پر پکے رہو۔
انہیں دوسروں کے سامنے اس انداز سے پیش کرو کہ عقل مند حق کو رغبت کے ساتھ قبول کرے۔

مومن ثابت قدم ہوتا ہے

آیتِ مبارکہ ؛ ۳۳

جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے، پھر اس پر قائم رہے — اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا۔

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر ایمان لاتے اور اسی کو کارساز مانتے رہے ۔ استقامت کی تاکید ہے صفت ربوبیت پر۔

ان پر فرشتے اتریں گے — تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ
یہ فرشتے رحمت اور بشارت کے ہوں گے۔
پہلے موت کے وقت ، پھر قبر میں اور پھر اٹھانے کے وقت ۔

عارفین کا تو یقین ہے کہ ملائکۂ رحمت مومنوں پر ہر وقت اور ہر آن نازل ہوتے ہیں۔ قبضِ رُوح کے وقت دلچسپیوں کا بہترین سامان لے کر آتے ہیں جس طرح بچے کے نشتر لگنے کے وقت اسے بہلایا جاتا ہے ۔ مومن کو دلچسپیوں میں بہلا کر چپکے سے بلا تکلیف رُوح کو جسم سے نکالا جاتا ہے۔

کہ کسی عذاب کا خوف نہ کرو — اَلَّا تَخَافُوْا
نہ برزخ میں نہ آخرت میں
نہ دنیا اور دنیا کے مالوفات کے چھوڑنے کا غم کرو — وَلَا تَحْزَنُوْا
اور خوش ہو جنت کے ملنے پر — وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ

فرشتے مومنِ صالح کے رفیق بن کر ہر وقت صالحیت کی ترغیب بطریقِ الہام دیتے رہتے ہیں۔

ہر ظاہری و باطنی امتحان کے موقعہ پر ملائکہ اطمینان وسکون اور برکت نازل کرتے رہتے ہیں۔

جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے — اَلَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔

انبیاء اور مرسلوں کی زبان سے

صدیقوں کی تصدیق سے — آیتِ مبارکہ ۳۴

ثابت قدمی کا صلہ اجرِ عظیم ہے

ہم تمہارے رفیق تھے دنیا میں بھی — نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ

اور آخرت میں بھی رہیں گے — الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَۃِ ج

اور تمہارے لیے جنت میں سب کچھ — وَلَکُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ

موجود ہے جس کو تمہارا جی چاہے — اَنْفُسُکُمْ۔

ساری لذتیں اور راحتیں جن کی طلب انسان کے لیے طبعی اور اضطراری ہے۔

اور تمہارے واسطے موجود ہے — وَلَکُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ہ

جو کچھ بھی تم مانگو — (۴۱ - ۳۱)

ساری نعمتیں جن کی طلب انسان کے لیے عقلی اور اختیاری ہے۔

بطور مہمانی کے غفور و رحیم — نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ ہ

کی طرف سے — (۴۱ - ۳۲)

نُزُلٌ طعامِ مہمانی

اس طرح نہیں جیسے سائل یا گداگر کو بطورِ بھیک، بلکہ اعزاز و اکرام کے ساتھ جیسے معزز مہمان کو میزبان کی طرف سے۔ میزبان کون؟ اللہ کریم جو مغفرت اور رحمت سے خاص متصف ہے۔

نہ زبان سے بُرا کہو، نہ عمل سے دھوکا دو ؎
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رُوباہی

زبان سے بُرا کہنا یہ ہے کہ تبرا کرنا یعنی کسی کو دشمن کو سمجھنا اور اس کے عیب بیان کرنا۔
نہ کسی کو دھوکا دو، نہ کسی سے دھوکا کھاؤ یہی طرزِ فاروقی اور رسمِ شبیری ہے۔

عمل سے دھوکا دینا یہ ہے کہ حق کو چھپانا اور باطل کو ظاہر کرنا۔ یہ دونوں حرکتیں مسلمان کے شایانِ شان نہیں۔

مسلمان کی زبان پاک ہے، وہ زبان کو گندی نہیں کرتا اس کا دل مطمئن ہوتا ہے۔
مسلمان دل، زبان اور فعل ہر لحاظ سے سچا ہوتا ہے۔

حدیث پاک کی زد میں وہ منافق ہے جو — حدیثِ پاک: ۱۰

لڑے تو گالیاں دے — اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ (متفق علیہ)

اور بکری جیسا ہو کہ — حدیثِ پاک: ۱۱

جو دو بکروں کے درمیان گھومے — کَالشَّاۃِ الْعَائِرَۃِ بَیْنَ الْغَنَمَیْنِ

کبھی ایک کے پاس جائے — تَعِیْرُ اِلٰی هٰذِهٖ مَرَّۃً اِلٰی

کبھی دوسرے کے پاس۔ — هٰذِهٖ مَرَّۃً (مسلم شریف)

وہ شخص ذلیل ہے جو کسی کو گالیاں دے اور لذت اندوزی کے لیے جابجا پھرے۔
اس کا اپنا ضمیر کچھ نہ ہو، استقامت سے بَرا ہو جیسا دیس ویسا بھیس اختیار کرلے۔

مردِ میدان وہ ہے جو حق کہے اور — آیتِ مبارکہ ۳۵

اور حق کی تاکید کرے — وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ (۱۰۳ - ۳)

ثابت قدم ہو اور

اور ثابت قدمی کی وصیت کرے — وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رُوباہی

آپ ۳۵ آیات اور ۱۱ احادیث پڑھ چکے ہیں۔ کیا آپ اپنے آپ سب کا ترجمہ کر سکتے ہیں؟
فرمایئے کتنی آیتیں زبانی یاد ہیں، کتنی حدیثیں؟

اعادہ

۱- اللہ کریم کو کونسا دین پسند ہے ؟

اللہ تعالیٰ کے دین کو ماننے والوں کا کیا نام ہے ؟

۲- قرآن کریم نے اتفاق اور اتحاد کی تعلیم کیسے دی ہے ؟

۳- نااتفاقی کیوں بُری ہے ؟

۴- کیسے کاموں میں آپ ایک دوسرے کی مدد کریں گے ؟

۵- نصیحت کرتے وقت کونسی آیت پڑھنی چاہیئے ؟

۶- امتِ مُسلمہ کا مسلک کیا ہے ؟

۷- اپنے عقائد پر ثابت قدم رہنے کا اجر کیا ہے ؟

۸- فرقہ بندی کی جڑ کیا ہے ؟

۹- جو گزر چکے ہیں ان کے بارے میں مسلمان کا رویّہ کیا ہونا چاہیے ؟

۱۰- بھائی بہنوں میں بڑے بھائی کا رتبہ کیا ہے ؟

۱۱- آپ نے کتنی حدیثیں یاد کی ہیں ؟

ایک حدیث لکھیے !

۱۲- کوئی ایک نعت یاد کیجیے !

اپنی پسند کے دو نعتیہ شعر لکھیے !

۱۳- آپ کو کیسے معلوم ہے کہ حضور سیدنا غوثِ اعظم اور حضرت بابا فرید کی رگ رگ میں حبّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم رَچی ہوئی تھی ؟

۱۴- غافل انسان، حیوان سے کیوں بدتر ہے ؟

۱۵- موجودہ دور میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیئے ؟

۱۶- اُمتِ مُسلمہ میں اتفاق و اتحاد قائم رکھنے کے لیے آپ کیا کریں گے ؟

۱۷- منافق کون ہے ؟

مومن اور منافق کی پہچان کیا ہے ؟

۱۸- علامہ اقبال کے اس مصرعہ کا مطلب بیان کیجیے۔

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رُوباہی

۱۹- سَلف صالحین کا احترام کیوں لازم ہے ؟

۲۰- کلماتِ حکمت کی جستجو میں رہیے !

اپنی کاپی میں دو اچھے قول درج کیجیے !

---

(۲)

ایمانیات

اس باب میں ۸۳ آیات بینات اور ۱۶ احادیثِ مبارکہ ہیں
ہر آیت اور ہر حدیث کو غور سے پڑھیے اور معانی و مطالب سمجھیے

ایمان

ایمان دراصل اَمن سے ہے۔

اَمن کے معنی ہیں نفس کا اطمینان حاصل کر لینا اور جس پر ایمان ہے اسے تکذیب سے محفوظ کر دینا۔

ایمان سے مراد یہ ہے کہ انسان شریعتِ محمدیہ کی تصدیق کرے جس کی بنا توحید اور نبوت کے اقرار پر ہے۔

اس کی عملی صورت یہ ہے کہ تصدیق بالقلب ہو، اقرار باللسان ہو اور عمل بالجوارح۔

جو شخص اعتقاد، قول اور عمل کے لحاظ سے شریعتِ محمدیہ کا پابند ہو جاتا ہے، وہ مومن اور مسلمان ہے۔

ایسا شخص تردد سے نجات حاصل کر لیتا ہے
صراطِ مستقیم پر چل نکلتا ہے
اور اطمینان و سکون کی دولت سے مالا مال ہو جاتا ہے۔

آیتِ مبارکہ: ۱

ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے	رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ
اور وہ اللہ تعالیٰ سے خوش ہوتے ہیں	وَ رَضُوْا عَنْہُ

(۵- ۱۱۹)

ایمان کیا ہے؟

حضرت جبرائیل علیہ السلام بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

حدیث پاک : ۱

مجھے ایمان کے بارے میں بتایئے — فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِیْمَانِ

آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

کہ مانو اللہ تعالیٰ کو، اس کے فرشتوں کو، اس کی کتابوں کو اس کے رسولوں کو اور آخری دن کو اور مانو اچھی اور بُری تقدیر کو۔

اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ۔

(مشکوٰۃ شریف)

اسی لیے ایمان مفصل یہ ہے:

میں ایمان لایا اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، آخرت کے دن پر اور اس پر کہ اچھی اور بُری تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور موت کے بعد اُٹھائے جانے پر۔

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ ۰

اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ ؎

اے بروں از وہم و قال و قیلِ مَن

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر غور کرو اور اس کا شکر بجا لاؤ

آیتِ مبارکہ : ۲

اور کوئی شے نہیں جو اسے سراہتی نہیں، اس کی تعریف نہ کرے۔ — وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ

(۱۷ - ۴۴)

اَللّٰہ اَحَدٌ ہے وَاحِدٌ ہے۔ ذات اور صفات پر ہر لحاظ سے بےنظیر ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

ظاہر ہے، باطن ہے، آیاتِ باہرہ کے سلسلہ اتنا ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ کوئی ظاہر نہیں، عقل و ادراک کی رسائی سے اتنا باہر ہے کہ اس سے زیادہ کوئی بھی مخفی نہیں۔

حی ہے قیوم ہے۔ موت، زوال اور ہلاکت سے منزہ ہے۔ قائم بذاتِ خود ہے، ہر غیر کو قائم اور زندہ رکھے ہوئے ہے۔

علیم ہے خبیر ہے۔ ہر شے کے آشکار اور نہاں کو جانتا ہے۔ ہر چیز کے اضطراب اور اطمینان سے باخبر ہے۔

حفیظ ہے حسیب ہے۔ ہر شے کی بقاء اور حیات کا محافظ ہے۔ ہر ایک کو اپنی مشیت کے مطابق بقدرِ کفایت عطا کرتا ہے۔

صَمَد (بے نیاز) ہے عَلِیّ ہے۔

خود بے نیاز ہے، باقی سب اس کے نیازمند ہیں۔

کوئی شے اس سے بلند اور بالا نہیں۔

پھر اپنے کرم سے ہماری شاہ رگ سے زیادہ قریب ہے

دِلوں کے بھیدوں سے پوری طرح آگاہ ہے۔

الغرض صرف وہی اور وہی اَلْحَقّ ہے۔ ثابت اور کافی ہے

پاک اور منزہ ہے۔

اس کے مقابل دیگر سب فانی ہیں" وہ باقی ہے۔

کہ اَللّٰہُ بَاقٍ وَالْکُلُّ فَانٍ

ہر کسی میں جو کچھ بھی ہے، اس کی عطا ہے۔

اور صرف اس وقت تک ہے، جب تک کہ اس کا فضل شاملِ حال ہے۔

صَدَقَ اللّٰہُ

آیتِ مبارکہ ۳

(اللہ تعالیٰ سچا ہے) (۳ - ۹۴)

مسلمانوں کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سچا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ بات	وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ آیتِ مبارکہ ۴
کا سچا کون ہو سکتا ہے	قِیْلاً۔ (۴ - ۱۲۲)

اللہ تعالیٰ حق ہے، قرآن حق ہے، اسلام حق ہے، اللہ تعالیٰ کا رسول حق ہے، ملتِ اسلامیہ حق ہے، بیت اللہ حق ہے، میزان حق ہے، جزا حق ہے، سزا حق ہے، جنت حق ہے، جہنم حق ہے۔

یہ سب کچھ حق ہے ـــــــ اگر

اللہ تعالیٰ حق ہے

سب سے پہلے ہمارا ایمان اس پر ہے کہ اللہ تعالیٰ حق ہے آیتِ مبارکہ ۵

وہ وہی ہے جس نے اپنے رسول	هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ
کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا	بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ
	(۴۸ - ۲۸)
کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے	لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ
اور اللہ تعالیٰ کافی ہے	وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ۔
محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں	مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ

(۴۸ - ۲۹)

اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر بات کا کون سچا ہے — وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا ۔ (۴ - ۸۷)

اللہ تعالیٰ تو ،

نہایت پاک اور سلام ہے — اَلْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ

(۵۹ - ۲۳)

قُدّوس کے معنی ہیں نہایت پاک اور سَلام وہ ہے جو اپنی ذات میں ہر اس عیب اور ہر اس آفت سے منزّہ ہے جو مخلوق کو لاحق ہیں۔

جھوٹ تو بہت بُرا عیب اور نہایت مکروہ آفت ہے ۔ اس کا اللہ کریم کی ذات پاک سے کیا تعلق ؛

اللہ کریم تو ہر عیب اور ہر نقص سے پاک اور منزّہ ہے۔

بعض لوگوں کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ نہیں بول سکتا تو اللہ تعالیٰ کی قدرت میں نقص واقع ہو جائے گا۔

حاشا یہ خیال بالکل باطل ہے۔ نقص قدرت میں نہیں، نقص جھوٹ میں ہے ۔ جھوٹ ایسی گندی اور بُری چیز ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ساتھ تعلق کی صلاحیت ہی نہیں ہے ۔

اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے ، آیتِ مبارکہ ؛ ۶

بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ۔ — اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۰ (۲ - ۲۱)

مسلمانوں کے نزدیک شئ وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ چاہے ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ جس شے کو بھی چاہتا ہے ، وہ اس کی قدرت کے تحت داخل ہے ۔ جس شے کے ساتھ اس کے چاہنے کا تعلق ہی نہ ہوسکے ، وہ اس کی قدرت سے متعلق نہیں ۔ یہ نہ کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اسے کر سکتا ہے ۔

جھوٹ اللہ کریم کو پسند نہیں ، جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ۔

قرآن کریم میں ہے ؛ آیت مُبارکہ ؛ ۷

اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت — اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰہِ اِنْ کَانَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ ۰ (۲۴ - ۱۷)

پس یہ نہ کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے ۔

اللہ تعالیٰ قدیر ہے ۔ قدیر وہ ہے جو ہر ممکن (جس میں موجود ہونے کی صلاحیت ہو) پر قدرت رکھے ۔ قدیر کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے ۔ حکمت کے عام معنی ہیں علم کے ذریعے حق بات پالینا تو جھوٹ کونسی اچھائی ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی حکمت قرار دیا جائے ۔

اللہ کریم کو تو صِدق پسند ہے جو جھوٹ کی عین ضد ہے ۔

قرآن پاک میں ہے ؛ آیتِ مبارکہ ؛ ۸

اللہ کریم کا حق

اس پر کامل ایمان ہونا چاہیئے کہ صرف اللہ کریم ہی وہ پاک ذات ہے جو اپنے ذاتی علم سے

آیتِ مبارکہ : ۹

جاننے والا ہے ہر نہاں اور عیاں کا

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ط

(۹۲ - ۲۳)

صرف اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ اپنی ذاتی قدرت سے

آیتِ مبارکہ : ۱۰

جسے چاہے بے گنتی دے

تَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔

یہ مسلمانوں کی شان نہیں کہ

آیتِ مبارکہ : ۱۱

اللہ تعالیٰ کے سوا ایسے کی عبادت کریں جو ان کا بھلا برا کچھ نہ کرے

يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُ وَمَا لَا يَنْفَعُهُ۔

(۱۲ - ۲۲)

مومن کی شان یہ ہے کہ

آیتِ مبارکہ : ۱۲

اللہ تعالیٰ سے بن دیکھے ڈرتا ہے

مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ۔

(۳۳ - ۵۰)

اُمتِ مسلمہ کا عقیدہ ہے کہ

آیتِ مبارکہ : ۱۳

ہمیں حق نہیں پہنچتا کہ کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرائیں

مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۔

(۳۸ - ۶۲)

مومن اس نظریے کا داعی ہے کہ اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرو۔

آیتِ مبارکہ : ۱۴

وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا۔

(۱۱۰ - ۱۸)

شرکِ اکبر سے بھی بچیے اور ریا سے بھی جو شرکِ اصغر ہے۔ راضی برضا رہنا چاہیئے۔ ہر حال میں اللہ کریم کا شکر بجا لانا چاہیئے۔

آیتِ مبارکہ : ۱۵

کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی بندگی ایک کنارہ پر کرتے ہیں پھر اگر انہیں کوئی بھلائی پہنچ گئی تو چین سے ہیں۔ اور جب کوئی جانچ آکر پڑی تو منہ کے بل پلٹ گئے۔ دنیا اور آخرت دونوں کا گھاٹا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ط فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ ج اطْمَأَنَّ بِهِ ج وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهِ ج خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ۔

(۱۱ - ۲۲)

جن لوگوں کا ایمان کامل نہیں، وہ شک اور تردد میں رہتے ہیں اور دنیا اور آخرت میں ناکام رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فرشتے

(ملائکہ کرام)

دوم مَلٰئِکَتِہٖ اللہ کے فرشتوں پر۔ فرشتے واقعی موجود ہیں۔ وہ حکومتِ الٰہیہ میں اپنے فرائض پر مامور ہیں۔ آیتِ مبارکہ ۱۶

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ۔ (۱۳ - ۱۱)

ہر ایک کے لیے باری باری آنے والے ہیں، اس کے آگے بھی اور پیچھے بھی، البتہ جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں۔ فرمانبرداروں کی طرح اللہ کے حکم ہی سے کرتے ہیں، وہ اللہ اور اس کے رسولوں کے مابین نامہ و پیام لاتے ہیں، تاہم وَمَا نَتَنَزَّلُ آیت ۱ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ صرف اللہ تعالیٰ کے حکم سے نازل ہوتے ہیں (۱۹-۲۴) وہ حٰفِظِيْنَ بھی ہیں اور كِرَامًا كَاتِبِيْنَ بھی (۸۲ - ۱۰)

اللہ تعالیٰ کے حضور وہ بندوں کی طرح نیازمند اور محتاج ہیں۔ اور فرشتوں کی تعداد اللہ کو معلوم ہے۔ بارش کے قطرے کے ساتھ بھی فرشتہ ہوتا ہے اور نگرانی کرتا ہے کہ قطرہ مین اس جگہ گرتا ہے جہاں اللہ کو منظور ہوتا ہے اور وہ اس حکمت کو پورا کرتا ہے جس کے لیے وہ برستا ہے۔

چار فرشتے سب سے زیادہ مقرب ہیں:

حضرت جبرائیل علیہ السلام کے سپرد علومِ ربّانی اور وحی الٰہی کا القاء ہے۔

حضرت میکائیل علیہ السلام رزق کی بہم رسانی پر مامور ہیں۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے۔

حضرت عزرائیل علیہ السلام روحیں قبض کرتے ہیں۔

ملائکہ کے حقوق

ملائکہ کرام اللہ تعالیٰ کی نوری مخلوق ہیں۔

وہ صرف اللہ کریم کا حکم بجالاتے ہیں۔

وہ معزز ہیں كِرَامًا ۔

(۸۲ - ۱۰)

قرآن پاک میں ہے۔ آیتِ مبارکہ ۱۸

جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں اور رسولوں اور جبرائیل اور میکائیل کا تو اللہ تعالیٰ دشمن ہے کافروں کا۔

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝

(۲ - ۹۸)

گویا انبیاء اور ملائکہ کی عداوت، کفر اور اللہ تعالیٰ کے غضب کا سبب ہے۔ ان سے دشمنی کرنا اللہ کریم سے دشمنی کرنا ہے۔

اَللہ تعالیٰ کی کتابیں

سوم وَکُتُبِہٖ اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے کئی ایک رسولوں پر کتابیں نازل فرمائیں۔ ان کتبِ الٰہی کی تعداد ایک سو چار ہے۔ ان میں سے چار کتابیں تورات، زبور، انجیل اور قرآن بہت مشہور ہیں۔ تورات حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر نازل ہوئی، زبور حضرت داؤد علیہ السّلام پر اور انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السّلام پر۔

ان کتابوں میں ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر بھی تھا۔ سابقہ امتیں حضور اکرم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے اسمِ مبارک سے بارگاہِ الٰہی میں مناجاتیں کیا کرتی تھیں۔

ان کتابوں میں تحریفیں کر دی گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں آخری کتاب قرآن پاک ہے۔ یہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ یہ کتاب سراسر معجزہ ہے اور تمام الہامی کتب کی تعلیمات کا خلاصہ ہے۔

(آیت : ۱۹)

مختصر ہے مگر کامل اور اکمل ہے — فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (۹۸ - ۳)

انسانیت کی فلاحِ دارین کے لیے مکمل ضابطۂ حیات ہے۔

تمام انسان اور جن مل کر قرآن کی آیات جیسی تین آیتیں نہیں بنا سکے۔ صرف یہی کتاب ہے جو لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہے۔ اس میں زبر زیر تک ردّ و بدل نہیں ہو سکتا۔ اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لے لیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

آیتِ مبارکہ : ۲۰

یہ قرآن ایسا ہے ہی نہیں کہ غیر اللہ سے گھڑ لیا جائے، یہ تو تصدیق ہے اس کی جو اس کے قبل سے ہے احکام کی تفصیل ہے۔ اس کے اندر کوئی شک ہی نہیں، جہانوں کے رب کی طرف سے ہے۔

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (سورۂ یونس)

(۱۰ - ۳۷)

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ یہ قرآن :

تمام انسانوں کیلئے ہدایت ہے — هُدًى لِّلنَّاسِ (۲۳ - ۱۸۵)

اور

آیتِ مبارکہ : ۲۱

ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں — اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔

(۱۵ - ۹)

قرآنِ کریم کی عظمت

قرآن مجید اللہ کریم کا کلام ہے اور نہایت ہی مبارک ہے۔

اسے وہی شخص چھو سکتا ہے جو پاک اور صاف ہو
كِتَابٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ (۳۸ - ۲۹) آیتِ مبارکہ ۲۲

آیتِ مبارکہ: ۲۳

جسے کوئی ہاتھ نہیں لگاتا بجز پاکوں کے۔
لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ۔ (۵۶ - ۷۹)

سچ یہ ہے کہ قرآن پاک کے اسرار کو وہی پا سکتا ہے جس کا دل ہوائے نفس کی آلودگیوں سے پاک ہو۔

قرآن کریم کو دیکھنا بھی ثواب ہے اور پڑھنے پر ہر ہر حرف پر دس نیکیاں ہیں۔ استغفر پڑھنے والوں کو تیس نیکیوں کا ثواب عطا ہوتا ہے۔

تاہم —— قرآن پاک لوگوں کے نام اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے۔

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ (۱۴ - ۵۲) آیت ۲۴

اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اسے اچھی طرح سمجھ لیں
یہ ہمارے لیے هُدًى وَّشِفَاءٌ ہے
راہ نما بھی ہے اور شفاء بھی۔
اور عین ذِی الذِّكْرِ (۳۸-۱) ہے۔

ایسی عزت اور عظمت والی نصیحت جو ہر آن دل اور زبان پر حاضر رہنی چاہیے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ اس قرأت میں کچھ بہتری نہیں جس میں فکر نہ ہو۔ نہ اس عبادت میں کچھ بہتری ہے جس میں سمجھ نہ ہو۔

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خیال میں اپنے آپ کو قرآن پاک کے ختموں کی گنتی پر نہ کرنا چاہیے۔ ایک آیت کا سوچ سمجھ کر پڑھنا ساری رات میں دو ختم کرنے سے بہتر ہے۔

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی عظیم کتاب ہے اور اس لیے نازل ہوئی ہے کہ اوّلین مخاطبین کو ہی نہیں قیامت تک کے آنے والے لوگوں کو ڈرائے۔ آیتِ مبارکہ: ۲۵

هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ (۶ - ۱۹)

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: آیتِ مبارکہ: ۲۶

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تو اس کو دیکھتا کہ اللہ کے خوف سے دب جاتا پھٹ جاتا
وَلَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ (۵۹-۲۱)

قرآن مجید کی عظمت اور ہیبت کی تاثیر ہمارے دلوں پر ہونی چاہیے۔ قرآن پاک کی آیات پڑھتے وقت ان کے معانی، مضامین اور اسرار کے آثار ہمارے چہروں پر نمایاں ہونے چاہئیں۔

سجدۂ تلاوت

آیتِ سجدہ پڑھے تو سجدۂ تلاوت بجا لائے۔ سجدۂ تلاوت واجب ہے۔
مستحب یہ ہے کہ پہلے کھڑا ہو
نیتِ سجدہ کرکے اللہ اکبر کہے اور سجدہ کرے۔
سجدہ میں کم از کم تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى کہے
اور ازاں بعد تین مرتبہ يَا رَبِّ اغْفِرْ لِيْ پڑھے

آدابِ تلاوت

۱۔ طہارت : غسل کی حاجت ہے تو غسل کرے، ورنہ وضو کرے، پاک صاف کپڑے پہنے۔ پاک اور صاف جگہ بیٹھے۔

۲۔ ادب : قبلہ رو ہو، قرآن پاک رحل پر رکھے۔ خیال کرے کہ رب العالمین کا کلام پاک پڑھ رہا ہوں۔ خلوصِ نیت اور ذوق و شوق کے ساتھ تلاوت کرے۔ تعوّذ اور تسمیہ سے شروع کرے۔

آہستہ آہستہ پڑھے، معانی اور مطالب پر غور و فکر کرے، ہر حرف کو صحیح مخرج سے ادا کرے۔

۳۔ قرآن پاک دیکھ کر پڑھے تاکہ زیادہ سے زیادہ حواس کام کریں اور ثواب زیادہ ہو۔

حدیث شریف میں ہے کہ قرآن کریم دیکھ کر پڑھنے والے کو زبانی پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی فرائض کو نوافل پر۔

تلاوتِ قرآن مجید کے فوائد

فرائض کے بعد قرآن پاک کی تلاوت تمام اوراد اور وظائف سے بہتر ہے۔
حدیث پاک میں ہے جسے قرآن کریم کی تلاوت نے اللہ اور اللہ سے طلبِ حاجت سے روکا۔ اللہ پاک تمام مانگنے والوں سے زیادہ اس کی حاجتوں اور مرادوں کو خود بخود پورا کر دے گا۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

حدیث پاک : ۲

ذِكْرٌ لَكَ فِي السَّمَاءِ — تیرے لیے آسمان میں ذکر ہے
نُوْرٌ لَكَ فِي الْاَرْضِ — زمین میں نور ہے

اور فرمایا :

اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَءُ — دل زنگ آلود ہو جاتے ہیں
وَمَا جَلَاؤُهَا ؟ — ان کی صفائی کیا ہے ؟
تِلَاوَةُ الْقُرْاٰنِ — تلاوت قرآن پاک

حدیث پاک : ۳

مزید فرمایا :

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ — تم میں سے بہترین وہ ہے جس نے خود قرآن سیکھا اور دوسروں کو سکھایا

فاتحہ خلف الامام

آیت مبارکہ : ۲۷

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ
اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو کان لگایا کرو اور خاموش رہا کرو تاکہ تم پر رحمت نازل ہو۔

(۷ - ۲۰۴)

انصات وہ خاموشی ہے جو سننے ہی کی غرض سے اور ادب کے طور پر ہو۔ قرآن پاک سراسر رحمت ہے۔ اس سے فائدہ اور فیض وہ اٹھائیں گے جو توجہ اور خاموشی کے ساتھ سنیں حکم عام ہے اسی لیے احناف کا مسلک ہے کہ امام قرآن پڑھتا ہے تو مقتدی خاموش رہتے ہیں۔ مسئلہ ہے کہ جماعت کی حالت میں مقتدی کے لیے سورۃ فاتحہ پڑھنا منع ہے

آمین بالاخفاء

اس آیتِ پاک سے اگلی آیتِ کریمہ یہ ہے۔ آیتِ مبارکہ ۲۸

اور اپنے رب کو اپنے دل میں	وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ
یاد کیا کر عاجزی اور خوف کے	تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّ
ساتھ نہ کہ چلّانے کی آواز سے	دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ

(۷ - ۲۰۵)

اسی حکم کی تعمیل میں حنفی آمین آہستہ کہتے ہیں۔
آمین دُعا ہے اور دُعا کے بارے میں حکم ہے کہ

اپنے رب سے دعا کرو عاجزی	اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا
کے ساتھ چپکے چپکے۔ بیشک	وَّخُفْيَةً ۭ اِنَّهٗ
وہ حد سے گزرنے والوں کو	لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝
پسند نہیں کرتا۔	

(۷ - ۵۵)

دُعا میں دُعا کے آداب کا لحاظ لازم ہے
دُعا رحمٰن، رحیم اور رؤف سے ہے۔ قبولیت کی تمنا بھی اور قبولیت کا یقین بھی احکم الحاکمین سے ہے، جماعت خضوع اور خشوع کے ساتھ ہو۔
سمیع اور بصیر کے حضور ہے، چپکے چپکے ہونی چاہیے۔

قرآن مجید کا حق

وہ بُلند رتبہ کتاب قرآن	آیتِ مبارکہ : ۳۰
کوئی شک کی جگہ نہیں	ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ
اس میں ہدایت ہے ڈرنے والوں کو	هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝
	آیتِ مبارکہ : ۳۱
اور خوب حسنِ ترتیب سے	وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ
پڑھا کرو۔	تَرْتِيْلًا ۝

(۷۳ - ۴)

لازم ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کی جائے۔
اس کی تبلیغ کی جائے۔
اس کے احکام پر عمل کیا جائے۔

اس لیے کہ	آیتِ مبارکہ : ۳۳
بے شک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا	اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ
ہے جو سب سے سیدھی ہے اور	لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَ
خوشی سناتا ہے ایمان والوں کو	يُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ
جو اچھے کام کریں کہ ان کے لیے	يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ
بڑا ثواب ہے۔	اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۝

(۱۷ - ۹)

اَللّٰہ کریم کے رُسُل کرام

چہارم وَرُسُلِہٖ اور اس کے رسولوں پر۔ اللّٰہ کریم نے انسانوں کی ہدایت کے لیے رسول بھیجے۔ آیتِ مبارکہ ؛ ۳۴

تاکہ لوگوں کو رسولوں کے بعد اللّٰہ تعالیٰ کے سامنے عُذر باقی نہ رہ جائے۔	لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰہِ حُجَّۃٌ بَعْدَ الرُّسُلِ (۴-۱۶۵)

رسولوں کی تعداد قرآن پاک میں بیان نہیں کی گئی۔ بعض کا ذکر قرآن کریم میں ہے رسول مختلف قوموں اور طبقوں کے لیے مبعوث ہوتے۔ آیتِ مبارکہ ؛ ۳۵ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ (۳-۸۰) کے مطابق ان سے عہد لیا گیا تھا کہ خاتم النبیین احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللّٰہ علیہ وسلم تشریف لے آئیں تو لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ (۳-۸۰) (تو ان کی رسالت کو تسلیم کریں اور ان کی مدد بجالائیں)

حضور نبی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد تمام سابقہ شریعتیں منسوخ ہوگئیں۔

حضور خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (۳۳-۴۱) یعنی سب نبیوں میں پچھلے ہیں۔ نبوت اور رسالت تکمیل کی آخری حد تک پہنچ گئی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا۔ آپ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (۲۱-۱۰۷) بھی ہیں اور لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا (۲۵-۱) بھی۔ سرورِ کائنات فخرِ موجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات دیگر انبیائے کرام کے معجزوں کی نسبت بے شمار ہیں۔ آپ کی ذاتِ ستودہ صفات ہی سراسر معجزہ ہے۔ قرآن پاک حضور کا وہ معجزہ ہے کہ جس کی مثال نہیں۔

پنجم ؛ یَوْمِ الْاٰخِرِ

یہ قیامت کا دن ہے	یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ (۲-۱۱۳)
جس دن قیامت قائم ہوگی	یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ۔ (۴۰-۴۶)

ارشاد باری تعالیٰ ہے ؛

لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں دریافت کرتے ہیں	یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَۃِ
کہ وہ کب واقع ہوگی	اَیَّانَ مُرْسٰہَا

رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صفاتِ باری تعالیٰ کے مظہرِ اتم ہیں۔ ہر وہ نبی جو دنیا کی طرف مبعوث ہوا اور ہر وہ برگزیدہ ہستی جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت اور جلال کا اظہار کیا، وہ اپنے ظرف کے مطابق مظہرِ صفاتِ باری تعالیٰ بنی؛ لیکن وہ ایک ہی ہیں، حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جنہوں نے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کی اور مخلوق کو خالق و مالک کی معرفت سے سب سے زیادہ آشنا کیا۔

ایک طرف اللہ تعالیٰ سے آپ کا پختہ تعلق ہے اور دوسری طرف اللہ کریم کے بندوں سے۔ یہ دونوں تعلقات اتنے پختہ، اتنے وسیع اور اتنے عمیق ہیں کہ کوئی اور مخلوق ان میں آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

یہی وجہ ہے کہ آپ احمد بھی ہیں اور محمد بھی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ بنی نوع انسان کی ہمدردی اور غم خواری کا مجسمہ ہیں۔ آپ نے صرف ان پر ہی نگاہ نہیں رکھی جو آپ کے گرد آپ کے زمانہ میں رہتے تھے اور پروانہ وار آپ کے شیدائی تھے، بلکہ آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک جتنی بھی مخلوق پیدا ہوئی۔ ان سب پر آپ کی نگاہِ کرم تھی۔ دنیا کی کوئی شے نہیں جس پر آپ کا احسان نہیں۔

آیتِ مبارکہ: ۳۶

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا — ہم نے تمہیں نہیں بھیجا، مگر
رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (۲۱-۱۰۷) — تمام جہانوں کے لیے رحمت

ہمارا نبی

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و والا ہمارا نبی — صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

جس کو شایاں ہے عرشِ بریں پر جلو
ہے وہ سلطانِ والا ہمارا نبی — صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بجھ گئیں جس کے آگے سبھی مشعلیں
شمع لے کر وہ آیا ہمارا نبی — صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

خلق سے اولیاء، اولیاء سے رُسل
اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی — صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سارے اونچوں سے اونچا سمجھیے جسے
ہے اس اونچے سے اونچا ہمارا نبی — صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

جس نے مُردہ دلوں کو دی عمرِ اَبد
ہے وہ جانِ مسیحا ہمارا نبی — صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

غمزدوں کو رضؔا مژدہ دیجے کہ ہے
بے کسوں کا سہارا ہمارا نبی — صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ)

حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حق

مسلمان یقین رکھیں کہ — آیت مبارکہ: ۳۷

نبی کریم (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) ان کے ان کی جان سے زیادہ مالک ہیں۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ (۳۳ - ۶)

اس لیے دنیا اور دین کے تمام امور میں آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احکام کی تعمیل کریں اور دل وجان سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طاعت بجالائیں، اور دینِ اسلام کی ترقی اور نشرواشاعت میں کسی مالی اور جانی قربانی سے دریغ نہ کریں۔

حضرتِ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں، آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: — حدیث پاک: ۴

تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا، جب تک کہ اس کی خواہش میرے لائے ہوئے احکام کے تابع نہ ہو۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ۔ (مشکوٰۃ شریف)

مومن وہ ہے جو دل وجان سے اسلام کے احکام کو پسند کرے اور ان پر عمل کرے۔

حضرتِ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

حدیث پاک: ۶

مجھ سے لوگوں کو پہنچاؤ خواہ ایک ہی آیت ہو — بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَةً۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: — حدیث پاک: ۷

اللہ تعالیٰ اسے ہرا بھرا رکھے جو ہم سے کچھ سُنے اور جیسا سنے ویسا ہی پہنچا دے۔ بہت سے پہنچائے ہوئے سننے والے سے زیادہ سمجھدار ہوتے ہیں۔

نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَاً سَمِعَ مِنَّا شَیْئًا فَبَلَّغَهٗ لَمَا سَمِعَهٗ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰی لَهٗ مِنْ سَامِعٍ (مشکوٰۃ شریف)

اطاعت اور فرمانبرداری کا دارومدار دلی محبت پر ہوتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: — حدیث پاک: ۸

تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا تاآنکہ میں اسے والدین، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ پیارا ہوجاؤں۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ۝ (متفق علیہ)

انبیائے کرام علیہم السلام

مخلوق کی راہنمائی کے لیے اللہ کریم نے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی ارسال فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کتاب اور حکمت سے نوازا۔ ہر نبی خاص قوم اور خاص خطۂ زمین کے لیے مبعوث ہوا۔ اس وقت کے جغرافیائی حالات کا یہی تقاضا تھا۔ آنے جانے اور پیغام رسانی کے ذرائع بہت محدود اور ناقص تھے۔

ہر نبی نے اپنے زمانہ میں لوگوں کو اسلام کی تعلیم دی اور نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کی بشارت دی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کے لیے آئے۔ آیتِ مبارکہ ۳۸:

رسول بنی اسرائیل کی طرف	وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ (۳-۴۸)

آپ نے انجیل کی تعلیم دی اور صاف طور پر اعلان فرمایا:

اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ آیتِ مبارکہ ۳۹

اس رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے	مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي
بعد تشریف لائیں گے، ان کا نام احمد ہے	اسْمُهُ أَحْمَدُ ط (۶۱-۶)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بلند مرتبہ نبی ہیں، لیکن سب سے افضل نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا مرتبہ ہے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام ہیں، اولوالعزم مرسلین ہیں۔

ہمارے آقا اور مولا سیدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نبوت اور رسالت کو کمالِ کلی تک پہنچا دیا۔ زاں بعد نہ کسی اور نبی کی حاجت ہے اور نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے۔

میثاقِ انبیاء

میثاق کے معنی پکا عہد و پیمان ہے جو قسمیں کھا کھا کر تاکید کیا گیا ہو۔ قرآن پاک کی زبان میں میثاقِ انبیاء وہ پختہ عہد ہے جو تمام انبیاء نے باندھا۔ پھر تمام نبی اس عہد پر ایک دوسرے کے گواہ بنے۔ آخر میں اللہ کریم نے خود اس پر اپنی شہادت ثبت فرمائی۔

قرآن پاک میں اس عہد و پیمان کی تفصیل یوں ہے، آیتِ مبارکہ ۴۰

اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے ان کا	وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ
عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں	لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ
پھر آئے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری	ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا
کتابوں کی تصدیق کرے تو تم ضرور اس پر	مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ
ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیوں تم نے	قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ
اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا۔	عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي ط
سب نے عرض کیا ہم نے اقرار کیا	قَالُوا أَقْرَرْنَا
فرمایا تو ایک دوسرے کے گواہ ہو جاؤ۔	قَالَ فَاشْهَدُوا
اور میں خود تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں	وَأَنَا مَعَكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ ٥

(۳ - ۸۰)

تو جو کوئی اس کے بعد پھرے تو وہی	فَمَن تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ
لوگ فاسق ہیں۔	هُمُ الْفَاسِقُونَ ۔ (۳-۸۲)

انبیاء سابقین میں سے کوئی آپ کا زمانہ پاتا، تو لازماً آپ پر ایمان لاتا اور آپ کی مدد کرتا۔ آپ کی فرمانبرداری اور اطاعت واجب ہوتی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں میں زندہ ہیں اور عزت والی جگہ پر مقیم ہیں۔ قرآن پاک میں ہے:

آیتِ مبارکہ: ۴۱

یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا

إِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ ۔ (۳ - ۵۵)

کفار بنی اسرائیل دھوکا باز تھے، انہوں نے مکر و فریب کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اللہ کریم نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا اور ان کی شباہت اس شخص پر ڈال دی جو انہیں قتل کرنے کے لیے آمادہ ہوا تھا۔ یہود نے اسے اسی شبہ میں قتل کر دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

آیتِ مبارکہ: ۴۲

اور ہے یہ کہ انہوں نے نہ اسے قتل کیا نہ سولی دی، بلکہ ان کے لیے ایک شخص ان کی شبیہ بنا دیا گیا

وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۔ (۴ - ۱۵۷)

پھر واضح فرمایا:

آیتِ مبارکہ: ۴۳

اور انہوں نے یقیناً اسے قتل نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا

وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ۙ بَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ ۔ (۴ - ۱۵۸)

اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے

وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۔

قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے، دوبارہ دُنیا میں تشریف لائیں گے۔ اسلام کی مدد اور اعانت فرمائیں گے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اُمتی ہونے کا شرف حاصل کریں گے۔ نکاح فرمائیں گے، اولاد ہوگی پھر وصال پائیں گے۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہوں گے۔

عصمتِ انبیاء

آیتِ مبارکہ: ۴۴

اور بیشک عورت نے اس کا ارادہ کیا اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا۔ اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا۔ ہم نے یونہی کیا کہ اس سے برائی اور بے حیائی کو پھیر دیں۔ بے شک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے ہے۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَن رَّأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ ۔ (۱۲ - ۲۴)

زلیخا جوان ہے، حسین ہے، طالب ہے، یوسف علیہ السلام جوان ہیں، مرد ہیں، تندرست ہیں، خلوت ہے۔ طبعی طور پر زلیخا کی طرف راغب ہو جانا چاہیے، لیکن وہ فوق البشر ہیں، عصمتِ نبوت سے متصف ہیں۔ ارادہ اور عزم تو درکنار خیال تک بھی نہ کیا۔

انبیاء کرام علیہم السلام اخلاقی خطاؤں اور لغزشوں سے پاک ہوتے ہیں۔ ان کی خلقت پاکیزہ اخلاق پر ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ انہیں ہر حال میں نا کردنی فعل سے باز رکھتا ہے۔ انبیاء کرام برگزیدہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اخلاص رکھتے ہیں، وہ سراپا تقویٰ اور طہارت ہوتے ہیں، معصوم ہوتے ہیں، ان سے غلط کام سرزد نہیں ہوتا۔

علمِ غیب اور معجزات نبوت کی دلیل ہیں

آیتِ مبارکہ: ۴۵

إِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۝ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِينَ ۝

یاد کرو کہ جب فرشتوں نے مریم سے کہا اللہ تعالیٰ تجھے بشارت دیتا ہے اپنے پاس سے ایک کلمہ کی، جس کا نام ہے مسیح عیسیٰ مریم کا بیٹا عزت والا ہوگا۔ دنیا اور آخرت میں اور قرب والا اور لوگوں سے بات کرے گا پالنے میں، اور پکی عمر میں اور خاصوں میں ہوگا۔

(۳ - ۴۵)

آیتِ مبارکہ: ۴۶

أَنِّي قَدْ جِئْتُكُم بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ أَنِّي أَخْلُقُ لَكُم مِّنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللّٰهِ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللّٰهِ وَأُنَبِّئُكُم بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ ۝

میں تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں تمہارے رب کی طرف سے میں تمہارے لیے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں، تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے اور میں

بتاتا ہوں، جو تم کھاتے اور اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو۔

(۳ - ۴۹)

نبی بارگاہِ الٰہی میں معزز اور مقرب ہوتا ہے۔ اس سے غیر عادی واقعات ظاہر ہوتے ہیں جو اس بات کا ثبوت ہوتے ہیں کہ اللہ کریم کی نصرت اور تائید نبی کے ساتھ ہے۔

سرورِ کائنات فخرِ موجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام افضل الانبیاء ہیں۔ حضور کے معجزات کا بیان اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے الفاظ میں سنیے:

بندہ ملنے کے قریب حضرتِ قادر گیا — لمعۂ باطن میں گمنے جلوۂ ظاہر گیا
تیری مرضی پا گیا سورج پھرا الٹے قدم — تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا
بڑھ چلی تیری ضیا اندھیر عالم سے گھٹا — کھل گیا گیسو ترا رحمت کا بادل گھر گیا
تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا — تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کر گر گیا
وہ کہ اس در کا ہوا خلقِ خدا اس کی ہوئی — وہ کہ اس در سے پھرا اللہ اس سے پھر گیا
میں تیرے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ — جن سے اتنے کافروں کا دفعتاً منہ پھر گیا
کیوں جنابِ بوہریرہ کیسا تھا وہ جامِ شیر — جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ پھر گیا

آخر میں فرماتے ہیں:

ٹھوکریں کھاتے پھرو گے ان کے در پر پڑ رہو
قافلہ تو اے رضا اول گیا آخر گیا

علمِ غیب

بعض لوگ کہتے ہیں کہ علمِ غیب اللہ کریم کے لیے خاص ہے ۔

قرآن پاک میں ہے ؛ آیتِ مبارکہ ؛ ۴۷

تم فرماؤ غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں، مگر اللہ تعالیٰ

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ ۔

(۲۷ - ۶۵)

بے شک یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اور یہ بھی اسی کا فرمانِ عالیہ ہے ؛

آیتِ مبارکہ ؛ ۴۸

اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے دے، ہاں اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔

وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ۔

(۳ - ۱۷۹)

نیز یہ بھی فرمایا ؛ آیتِ مبارکہ ؛ ۴۹

اور یہ نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) غیب بتانے میں بخیل نہیں ۔

وَمَا ھُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ ۔

(۸۱ - ۲۴)

تمیز بالکل واضح ہے اللہ کریم کا علمِ غیب ذاتی، مطلق تفصیلی اور غیر متناہی ہے۔ ایسا علم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے ۔ ذاتِ باری تعالیٰ کے غیر کے لیے محال ہے۔

انبیاء علیہم السلام کا علمِ غیب جیسا بھی ہے، اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے۔ ایسا عطائی

علمِ غیب اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ خاص ہے، اللہ کریم کے لیے محال ہے ۔

سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام تو

سب نبیوں میں پچھلے ہیں — خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (۳۳ - ۴۰)

تمام دیگر انبیاء کے امام اور سید ہیں، علم غائب عطا کرنے والے ۔

بہت جاننے والا بہت غیبوں کا — عَلَّامُ الْغُیُوْبِ (۳۴ - ۴۸)

اور مالک سارے جہانوں کا — رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

ہے اور لینے والے ہیں احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

آیتِ مبارکہ ؛ ۵۰

فضائلِ کثیرہ کے حامل ہیں — اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ (۱۰۸ - ۱)

اور

آیتِ مبارکہ ؛ ۵۱

اللہ تعالیٰ سے بے واسطہ علم حاصل کرنے والے ہیں — عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی (۵۳ - ۵)

اور خود اللہ تعالیٰ شاہد ہیں کہ ؛ آیتِ مبارکہ ؛ ۵۲

اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے ۔ — وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ ۔ (۴ - ۱۱۳)

سکھانے والے — اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔

سیکھنے والے — رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۔

کون ہے جو فخرِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم پر قید لگائے اور ان کی حد بندی کرے ۔

موت اور حیات

موت عادی سب کے لیے ہے۔ آیتِ مبارکہ : ۵۳

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ۔

یہاں موت سے مراد بدن سے، رُوح کا الگ ہونا ہے۔ یہ کیفیت سب کو لاحق ہے، چاہے تھوڑے عرصے کے لیے ہو۔

اس موت سے منزہ ہونا الوہیت کا خاصہ ہے۔

حَيُّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ۔

انسانی حیات کے معنی قوتِ احساس و حرکت ہے۔ آیتِ مبارکہ : ۵۴

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ - (۳ - ۱۸۹)

مرنے کے بعد انسان کی قوتِ احساس اس کے درجہ کے مطابق باقی رہتی ہے۔

شہداء اس معنی میں زندہ ہیں کہ لذت و راحت میں ہیں، صاحبِ علم ہیں اور جنت میں جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں، انہیں بدن سے روح کے الگ ہو جانے کا غم نہیں، بلکہ وہ سراسر حی ہیں، ان کی قوتِ نامیہ بھی برقرار رہتی ہے۔

يُرْزَقُوْنَ ۝ (۳ - ۱۶۸) ہیں، انہیں ابدی حیات کی بقاء کے لیے رزق ملتا ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے مدارج تو نہایت بلند ہیں۔ ان کی حیاتِ ابدی بھی ان کے درجے کے مطابق بلند و ارفع ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے — مگر ایسی کہ فقط آنی ہے

پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات — مثلِ سابق وہی جسمانی ہے

رُوح تو سب کی ہے زندہ، ان کا — جسمِ پُرنور بھی روحانی ہے

اوروں کی روح ہو کتنی ہی لطیف — ان کے اجسام کی کب ثانی ہے

پاؤں جس خاک پہ رکھ دیں وہ بھی — روح ہے پاک ہے نورانی ہے

یہ ہیں حیِّ ابدی ان کو رضا

صدقِ وعدہ کی قضا مانی ہے

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے : آیتِ مبارکہ : ۵۵

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۔

(۴ - ۱۶۹)

اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ کریم نے فضل کیا، یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ۔

جن لوگوں پر اللہ کریم کا فضل و کرم ہے، ان کے چار درجے ہیں:

اول : انبیاء کرام علیہم السلام

دوم : صدیق، یعنی وہ جو صدقِ دل سے انبیاء کرام علیہم السلام کے فرمانبردار ہوں۔

سوم : شہید، جو انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیم کے مطابق اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان قربان کریں۔

چہارم : صالحین، جو انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات پر عمل کر کے خالق اور مخلوق دونوں کے حقوق بجا لائیں۔

تیسرے درجے کے لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق زندہ ہیں اور ان کی ابدی حیات پر ایمان لانا لازم ہے۔

یہ حقیقت ہے تو درجہ اول کے بلند مرتبہ لوگ یعنی انبیاء کرام علیہم السلام بدرجہ اولیٰ زندہ ہوتے ہیں، نہ ان کا ترکہ تقسیم ہو سکتا ہے، نہ ان کی ازواج مطہرات کسی کے نکاح میں آسکتی ہیں۔

ارشادِ نبوی ہے: حدیث پاک: ۹

اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے کہ زمین انبیاء کے جسموں کو کھائے اللہ کے نبی زندہ ہیں، رزق دیے جاتے ہیں۔

إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَامَ الْأَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ ۔

(مشکوٰۃ شریف)

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو مقدم طور پر حیات ہیں۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

بیشک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم باحیات ہیں، انہیں رزق پیش کیا جاتا ہے اور ان سے مدد مانگی جاتی ہے۔

إِنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ يُرْزَقُ وَ يُسْتَمَدُّ مِنْهُ الْمَدَدُ الْمُطْلَقُ ۔

انبیاء کرام علیہم السلام کا حق

انبیاء نبی کی جمع ہے۔

نبی اللہ کریم سے غیب کی خبریں لیتا ہے اور لوگوں تک پہنچاتا ہے۔ قرآن کریم میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

آیتِ مبارکہ: ۵۵

خبر دیجئے میرے بندوں کو بیشک میں ہی ہوں بخشنے والا مہربان۔

نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ (۱۵-۴۹)

پس نبی خالق اور مخلوق کے مابین سفارت کے بلند منصب پر فائز ہوتا ہے۔ سفر کے معنی ہیں پردہ اٹھانا اور یہ خاص معزز ہستیوں کے ساتھ مخصوص ہے۔

نبی کو نبوت حاصل ہوتی ہے۔ نبوت کا ایک معنی رفعت اور بلندی ہے۔ پس نبی نہایت معزز ہستی ہے جو بلند اقدار رکھتا ہے اور غیب کی خبریں لوگوں کو پہنچاتا ہے۔

تمام نبیوں پر ایمان لانا لازم ہے۔ مومن وہ ہیں:

آیتِ مبارکہ: ۵۷

جو ایمان لائیں اس پر جو اے محبوب! تمہاری طرف اترا اور جو تم سے پہلے اترا۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ (۲-۴)

آیتِ مبارکہ: ۵۸

ان میں کسی پر ایمان میں فرق نہیں۔

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ (۲-۱۳۶)

البتہ باقی انبیاء کی شریعتیں منسوخ ہیں۔ اس وقت صرف حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت جاری ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے مرتبے جداگانہ ہے۔ بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت ہے۔

آیتِ مبارکہ : ۵۹

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۔ (۲ - ۲۵۲)

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔

سب سے افضل حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

آیتِ مبارکہ : ۶۰

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا۔ (۳۴ - ۲۸)

اور اے محبوب! ہم نے تم کو نہیں بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام کو گھیرنے والی ہے۔ خوشخبری دینا اور ڈر سناتا۔

گویا پہلے ہوں یا پچھلے حضور سب کے لیے رسول ہیں۔ باقی سب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں۔

حدیث پاک میں ہے :

حدیث پاک : ۱۰

اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلُ اللّٰهِ وَهُوَ كَذٰلِكَ وَمُوْسٰى نَجِيُّ اللّٰهِ وَهُوَ عِيْسٰى رُوْحُهٗ وَكَلِمَتُهٗ وَهُوَ كَذٰلِكَ وَاٰدَمُ اصْطَفَاهُ اللّٰهُ وَهُوَ كَذٰلِكَ اَلَا وَاَنَا حَبِيْبُ اللّٰهِ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَحْتَهٗ اٰدَمُ وَ

یقیناً ابراہیم اللہ کے خلیل ہیں، وہ ایسے ہی ہیں اور موسیٰ اللہ سے راز کی بات کرنے والے ہیں واقعی وہ ایسے ہی ہیں اور عیسیٰ اللہ کی روح ہیں، وہ واقعی ایسے ہی ہیں، آدم کو اللہ نے چن لیا وہ ایسے ہی ہیں، مگر خیال رکھو میں اللہ کا حبیب ہوں، فخر یہ نہیں کہتا۔ قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میں ہی اٹھائے ہوں گا جس کے نیچے آدم اور ان کے سوا ہوں گے

دُوْنَهٗ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَّاَوَّلُ مُشَفَّعٍ يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ يُّحَرِّكُ حِلَقَ الْجَنَّةِ فَيَفْتَحُ اللّٰهُ فَيُدْخِلُنِيْهَا وَمَعِيَ فُقَرَآءُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَكْرَمُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ عَلَى اللّٰهِ وَلَا فَخْرَ۔

فخر یہ نہیں کہتا اور پہلا شفاعت کرنے والا اور پہلا مقبول شفاعت قیامت کے دن میں ہوں فخر یہ نہیں کہتا۔ میں پہلا شخص ہوں جو جنت کی زنجیر ہلائے گا اسے اللہ کھولے گا پھر اس میں مجھے داخل کرے گا میرے ساتھ فقراء مومن ہوں گے فخر یہ نہیں کہتا۔ سارے اگلے پچھلوں میں اللہ پر زیادہ عزت والا ہوں، فخر یہ نہیں کہتا۔

(مشکوٰۃ شریف)

تاہم فضیلت ہوتے وقت کسی نبی کے بارے میں ایسے الفاظ ہرگز استعمال نہ کریں جس سے توہین کا پہلو نکلتا ہو۔

ہر نبی محترم مکرم ہے، ہر ایک کی عزت اور ہر ایک کا احترام لازم ہے۔

اَلْیَوْمِ الْاٰخِرِ

(یَوْمُ الْقِیَامَةِ)

عربی میں یوم کا لفظ وقت اور زمانہ کے لیے بولا جاتا ہے، وہ زمانہ خواہ کتنا ہی دراز ہو۔

آخر، اوّل کی ضد ہے، اس سے مراد نشاۃ ثانیہ ہے۔

نشاۃ کے معنی کسی شے کو پیدا کرنا اور اس کی پرورش کرنا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: آیتِ مبارکہ: ۶۱

تم نے پہلی پیدائش جان لی ہے۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ الْأُولَىٰ۔

(۵۶ - ۶۳)

آیتِ مبارکہ: ۶۲

پھر اللہ تعالیٰ ہی پچھلی پیدائش پیدا کر دے گا۔

ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ۔

(۲۹ - ۴۰)

اگر پہلی پیدائش مسلّم ہے تو آخری میں تامّل کیوں؟

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: آیتِ مبارکہ: ۶۳

وہ وہی ہے جو اوّل پیدا کرتا ہے، پھر وہی دوبارہ پیدا کرے گا، یہ اس کے لیے اور زیادہ آسان ہے۔

هُوَ الَّذِي يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ۔

(۳۰ - ۲۷)

قادرِ مطلق کے لیے تو زیادہ آسان اور کم آسان کا کوئی سوال نہیں۔ اپنے معیار اور اپنی عادت کے اعتبار سے سوچو۔ پہلی پیدائش کو مانتے ہو اور ماننے کے سوا چارہ نہیں تو دوسری پیدائش کو مان لینے میں کیا حرج ہے۔

لیجیے ایک اور دلیل: آیتِ مبارکہ: ۶۴

اللہ تعالیٰ جانوں کو قبض کرتا ہے، ان کی موت کے وقت اور ان جانوں کو بھی جن کی موت نہیں آتی ہے، ان کے سونے کے وقت۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا۔

(۳۹ - ۴۲)

پھر ان جانوں کو تو روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم کر چکا ہے اور باقی جانوں کو ایک میعادِ معیّن کے لیے رہا کر دیتا ہے

فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرٰى إِلٰى أَجَلٍ مُسَمًّى۔

نوم اور موت ملتی جلتی کیفیتیں ہیں

نوم اگر موت خفیف ہے۔

تو

موت نوم کثیف

نیند کے بعد بیداری، موت کے بعد حیات کی دلیل ہے

نیند اور بیداری، روزمرّہ کی پریکٹس ہے موت کے بعد حیات کی۔

پھر نشاۃ ثانیہ کو مان لینے میں کیا دشواری ہے؟

کیا بارش کے بعد مُردہ گھاس زندہ نہیں ہو جاتی ہے؟

انسان کے باقیات کا دوبارہ جاگ اٹھنا زیادہ اغلب ہے۔

آج سائنس نے اس کی تصدیق کر دی ہے کہ کسی شئی کو فنا نہیں۔

آیتِ مبارکہ: ۶۵

فرما دیجئے کہ اس کا علم بس میرے رب کے پاس ہے۔ — قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ (۷-۱۸۷)

اس کے وقت پر کوئی نہ ظاہر کرے گا سوائے اللہ کے۔ — لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ط

بھاری حادثہ ہے وہ آسمانوں اور زمین میں۔ — ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اور وہ تم پر محض اچانک ہی آ پڑے گی۔ — لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ط

قیامت اچانک آ جائے گی۔

قیامت کا حادثہ اتنا ہیبت ناک ہوگا کہ آسمان اور زمین برداشت نہ کر سکیں گے۔

اس کا آغاز نفخ صور سے ہوگا۔ آیتِ مبارکہ : ۶۶

اور صور پھونکا جائے گا، تو سب کے ہوش اڑ جائیں گے جو کہ آسمانوں اور زمین میں ہیں، سوائے اس کے جس کو اللہ چاہے۔

وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ (۳۹ - ۶۸)

پس دھماکہ ہوگا اور سب غش کھا کر ہلاک ہو جائیں گے، خاص وقفہ کے بعد دوسری بار صور پھونکا جائے گا۔ منقول ہے کہ یہ وقفہ چالیس سال کا ہوگا۔

قرآن پاک میں ہے : آیتِ مبارکہ : ۶۷

پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا، دفعتہً سب کے سب اٹھ کھڑے ہوں گے دیکھتے بھالتے ہوئے

ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۔ (۳۹ - ۶۸)

یہ ہیں قیامت کے دو منظر، پہلی دفعہ صور پھونکا جائے گا تو سب غش کھا کر مر جائیں گے، دوسری دفعہ پھونکا جائے تو سب دفعتہً نئے سرے سے جی اٹھیں گے۔ یاد رکھیے قیامت کے معنی انسان کے دفعتہً اور ایک بار جی اٹھنے کے ہیں۔ قرآن کریم اس عقیدے کو ذہن میں جانشین کرنا چاہتا ہے کیونکہ ایک اسی عقیدہ پر حساب، جزا و سزا کا دار و مدار ہے۔ اسی عقیدہ پر ایمان لانے اور عمل کرنے پر انسان حیوان، شجر اور حجر سے ممتاز ہے اور اشرف المخلوقات کے مرتبہ پر فائز ہے۔

بَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ

(مر جانے کے بعد جی اٹھنا)

مُردوں کی دوبارہ زندگی دینِ اسلام کا خاص عقیدہ ہے۔ اسی پر اعمال، قیامت، حساب، جزا، سزا، ثواب، عذاب، جنت اور جہنم سب کا دار و مدار ہے۔

آیتِ مبارکہ : ۶۸

سو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا۔ — فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

اور ایسی بیسیوں آیات میں يَوْمَ الْقِيٰمَةِ کا ذکر ہے۔

یوم قیامت ہی یوم حشر ہے، یوم قیامت ہی یوم نشر ہے۔

حشر کے معنی جمع کرنا اور نشر کے معنی پھیلنا ۔ آیتِ مبارکہ: ۶۹

فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا (۴-۱۷۲) وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ (۶۷ - ۱۵)

قبروں سے اٹھ کر اس کے پاس جانا ہے۔ آیت کریمہ :

اور صور پھونکا جائے گا تو ان سب کے ہوش اڑ جائیں گے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سوا اس کے جس کو اللہ چاہے۔ پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو دفعتہً سب کے سب اٹھ کھڑے ہوں گے دیکھتے بھالتے ہوئے۔

وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۝ (۳۹ - ۶۸)

فرمانِ خداوندی ہے : آیتِ مبارکہ : ۷۰

پھر۔ تمام لوگ رب العالمین کے روبرو کھڑے ہوں گے۔

يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ (٨٣ - ٦)

اعمال نامے مومنوں کے دائیں ہاتھ میں اور کافروں کے بائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے۔

آیتِ مبارکہ : ١٧

ہر شخص اور ہر عمل کے لیے ترازو ہوگا اعمال تولے جائیں گے پھر جس کسی کا پلّہ بھاری نکلے گا، وہ خاطر خواہ آسائش میں ہوگا اور جس کا پلّہ ہلکا نکلے گا، اس کا ٹھکانا ہاویہ ہوگا۔

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ (الآیہ) فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ۔ (١٠١ - ٩)

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی مخلوق باہم انتقام لے گی۔ بے سینگ بکری، سینگ والی سے زیادتی کا انتقام لے گی۔ چھوٹی سے چھوٹی چیونٹی پر بھی ظلم ہوا ہے تو بدلہ لے گی۔ انتقام پذیری کے بعد حیوانات معدوم ہوں گے۔ انسانوں کو پُل صراط سے گزرنا ہوگا، جنتی پار کر کے جنت میں جائیں گے۔ جہنمی جہنم میں جا گریں گے۔ حوض کوثر حق ہے۔ اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ۔ یہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملک میں ہوگا، اس کا پانی سفید، خوشبودار اور شیریں ہوگا۔ مومنین اس سے سیر ہوں گے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شَفِيْعُ الْمُذْنِبِيْنَ وَالْخَاطِئِيْنَ ہیں۔ عدل ہوگا۔ ہر مظلوم ظالم سے انتقام لے گا۔ اس عدل و انصاف کے بعد تمام درندے چرندے، پرندے فنا ہو جائیں گے جو حیوانات انسانی غذا ہیں، انہیں جنت کی خاک بنا دیا جائے گا۔ پل صراط ایک راستہ ہے یہ جہنم کی پشت پر ہے، بال سے باریک ہے، تلوار سے تیز ہے۔ سب کو اس پر سے گزرنا ہوگا، نیک بندے اسے عبور کر کے جنت میں جا پہنچیں گے اور بداعمال لڑکھڑا کر دوزخ میں جا گریں گے۔

آیتِ مبارکہ : ٧٢

کوئی بھی ایسا نہیں جس کا گزر اس تک نہ ہو

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ج (١٩-٧١)

کوثر ایک حوض ہے۔ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے مالک ہیں۔

قرآن پاک میں ہے:

آیتِ مبارکہ : ٧٣

ہم نے آپ کو کوثر عطا کر رکھا ہے

اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ (١٠٨ - ١)

حشر کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امتی اس سے سیراب ہوں گے۔

قیامت کے دن کیا پوچھا جائے گا؟

حدیث پاک : ١١

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن بنی آدم کے قدم نہ ہلیں گے جب تک پانچ باتوں سے متعلق جواب نہ لیا جائے گا کہ عمر کیسے کھوئی اور جوانی کے بارے میں کہ کیسے تباہ کی اور مال کے بارے میں کہ کیسے کمایا اور کیسے لٹایا۔ اور علم کے بارے میں کہ علم سیکھا تو اس پر کیا اور کتنا عمل کیا۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزُوْلُ قَدَمَا ابْنِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يُسْئَالُ عَنْ خَمْسٍ عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَا اَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَا اَبْلَاهُ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ اَيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَفِيْمَا اَنْفَقَهٗ وَمَاذَا عَمِلَ فِيْمَا عَلِمَ۔

قیامت کا حق

قیامت کے برپا ہونے پر پکا یقین رکھنے اور اپنے آپ کو اس تعریف کا مستحق بنائے کہ ؛ آیتِ مبارکہ : ۷۴

اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں

إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ۔ (۳۵ - ۲۸)

خشیت وہ خوف ہے جو کسی کی عظمت کی بنا پر دل پر طاری ہو۔ یہ کیفیت اس ہستی کا علم ہونے سے ہوتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛

حدیثِ پاک : ۱۲

قسم اللہ تعالیٰ کی کہ میں اللہ کریم کو سب سے زیادہ جاننے والا ہوں اور سب سے زیادہ اللہ کا خوف رکھنے والا ہوں۔

فَوَاللّٰهِ إِنِّي لَأَعْلَمُهُمْ بِاللّٰهِ وَأَشَدُّهُمْ لَهُ خَشْيَةً۔

(متفق علیہ)

اس حقیقت پر کامل یقین کا تقاضا یہ ہے کہ بدی کا خیال تک دل میں ہرگز نہ آنے پائے۔

حدیثِ پاک : ۱۳

اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کرو کہ گویا اسے دیکھ رہے ہو۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو خیال کرو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ

ششم : وَالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى۔

اچھی اور بری تقدیر کا خالق اللہ تعالیٰ ہے

قرآن کریم میں ہے ؛ آیتِ مبارکہ : ۷۶

اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا ہے اور تمہارے اعمال کو بھی۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ۔

اور پھر نیکی اور بدی میں تمیز کا شعور بخشتا ہے

ثُمَّ هَدٰى (۲۰ - ۵۰)

آیتِ مبارکہ : ۷۷

اور خیر و شر کے دونوں راستے دکھا دیے ہیں

وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ۔ (۹۰ - ۱۰)

اس شعور کی صحت سے انکار نہیں۔

آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نیکی اور بدی کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو فرمایا ؛

حدیثِ پاک : ۱۴

نیکی حسنِ اخلاق ہے گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تو نہ چاہے کہ لوگوں کو اس کی خبر نہ ہو۔

اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ۔ وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي صَدْرِكَ وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ

(مشکوٰۃ شریف)

پس اللہ کریم نے انسان کو نیکی اور بدی میں تمیز کرنے کا شعور عنایت فرمایا ہے ؛ آیتِ مبارکہ : ۷۸

اللہ تعالیٰ کو پسند ہے کہ تم شکر بجا لاؤ۔

وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ۔ (۳۹ - ۷)

جونیکی اختیار کریگا اس کے لیے | اَجْرًا عَظِیْمًا
بہت بڑا اجر ہے، درجات میں | دَرَجٰتٍ مَّغْفِرَةً
بخشش ہے اور رحمت ہے | وَّرَحْمَةً ط (۲ - ۱۷۳)

آیتِ مبارکہ: ۷۹
اللہ کریم غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ہے۔
اللہ تعالیٰ راضی نہیں کہ بندے | وَلَا یَرْضٰی لِعِبَادِہِ الْکُفْرَ ج
کفر اور بدی اختیار کریں۔ (۳۹ - ۷)

آیتِ مبارکہ: ۸۰
اگر وہ اللہ کریم کی رضا کے خلاف بدی کریں گے
تو ان کا ٹھکانا دوزخ ہوگا | فَاُولٰٓئِکَ مَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ ط
اور دوزخ بہت بُری جگہ ہے | وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ہ
یہ بُرا انجام اس کی سرکشی کا بدلہ ہوگا۔ (۴ - ۹۷)
اس نے خود اپنے آپ پر ظلم ڈھایا ہے۔ | وَمَا ظَلَمْنٰھُمْ وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ ہ
اللہ کریم کسی پر ظلم نہیں کرتے۔

ہفتم : وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ۔

موت کے بعد اٹھائے جانے پر ایمان۔
بَعْث کے معنی ہیں کسی شئی کو ابھارنا اور کسی طرف بھیجنا۔
بَعْث کا لفظ مُردوں کے بارے میں استعمال ہو تو اس سے مراد ہوتا ہے مُردوں کو قبروں سے زندہ کرکے محشر کی طرف چلانا۔

قرآن پاک میں ہے : آیتِ مبارکہ: ۸۱
اور مردوں کو اللہ تعالیٰ جلا کھڑا کرے گا | وَالْمَوْتٰی یَبْعَثُھُمُ اللہُ
پھر وہ اس کی طرف واپس لائے جائیں گے | ثُمَّ اِلَیْہِ یُرْجَعُوْنَ ہ (۶ - ۳۶)

حساب کا دن حق ہے | یَوْمُ الْحِسَابِ (۳۸ - ۱۶)
اعمال نامے دے دیئے جائیں گے | آیتِ مبارکہ: ۸۲
سوال پوچھے جائیں گے | فَلَنَسْئَلَنَّ (۷ - ۶)
یقیناً وزن ہوگا | وَالْوَزْنُ یَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ
جن کسی کا وزن بھاری ہوگا | فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُہٗ
وہ کامیاب ہوں گے | فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ
جن کا وزن ہلکا ہوگا، وہ | وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُہٗ
وہی ہوں گے جنہوں نے | فَاُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا
اپنے آپ کو خود نقصان میں رکھا ہے۔ | اَنْفُسَھُمْ۔

منکرینِ بعث پکار اٹھیں گے : آیتِ مبارکہ: ۸۳
ہائے ہماری کم بختی یہ تو روزِ جزا ہے۔ | یٰوَیْلَنَا ھٰذَا یَوْمُ الدِّیْنِ (۳۷ - ۲۰)

آیتِ مبارکہ
یہ تو وہی فیصلے کا دن ہے | ھٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِیْ
جسے تم جھٹلایا کرتے تھے | کُنْتُمْ بِہٖ تُکَذِّبُوْنَ ہ (۳۷ - ۲۱)

آیتِ مبارکہ: ۸۴
کیا آپ نے اسے دیکھا جس نے | اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ
خواہشوں کو اللہ بنا رکھا ہے، | اِلٰھَہٗ ھَوٰىہُ ط
کیا آپ اس کے ذمہ دار رہ سکتے ہیں۔ | اَفَاَنْتَ تَکُوْنُ عَلَیْہِ وَکِیْلًا ۙ
آپ خیال کرتے ہیں کہ ان میں | اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَکْثَرَھُمْ
اکثر سُنتے یا سمجھتے ہیں | یَسْمَعُوْنَ اَوْ یَعْقِلُوْنَ ط

یہ تو محض چوپایوں جیسے ہیں، بلکہ ان سے زیادہ گمراہ ہیں۔ — اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا (۲۵-۴۴)

گمراہوں کو دیکھئے ان کی گمراہی کی بنیاد ہوائے نفس کی تابعداری ہے۔

ان کی گمراہی کی بنیاد میں کوئی شبہ عقلی یا اجتہادی نہیں۔

آج بھی نیم دہری قسم کے الحاد پسند ایسے ہی ہیں۔ وہ صرف دنیا پرستی اور دنیوی لذات میں مبتلا ہیں، آوارگی، عریانی، فحاشی، بے حیائی، نفس پرستی نہیں تو اور کیا ہے؟

ایسے نا عاقبت اندیش، چوپایوں سے بدتر ہیں۔

چوپائے مکلف نہیں، یہ مکلف ہیں۔

چوپائے خلافِ فطرت کام نہیں کرتے، یہ کرتے ہیں۔

چوپائے سنتے اور سمجھتے ہیں، یہ نہ سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں۔

هَوًى: خواہشاتِ نفسانی جو انسان کو شرف اور منزلت سے گرا کر مبتلائے مصیبت کر دیتی ہیں اور آخرت میں "هَاوِيَة" میں جا گرائیں گی۔

فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ (۱۰۱-۹) اس کا مرجع ہاویہ ہے۔

سَمْعٌ: سننا اور طاعت کرنا

سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا (۲-۲۸۵)

ہم نے سنا اور قبول کیا

عَقْلٌ: وہ قوت جو قبولِ علم کے لیے تیار رہتی ہے

عقل دو معنی میں ہے:

اول: مَطْبُوْعٌ طبعی

دوم: مَسْمُوْعٌ لوگوں سے باتیں سن کر حاصل ہو۔

اگر کوئی شخص فطرتاً عقل سے کورا ہو تو سن کر حاصل کی ہوئی عقل اسے کچھ فائدہ نہ دے گی جیسے کہ سورج کی روشنی اندھے کے لیے بے فائدہ ہے۔

عقل کے پہلے معنی میں یہ حدیث پاک ہے — حدیث پاک: ۱۵

اللہ تعالیٰ نے ایسی مخلوق پیدا نہیں فرمائی جو عقل سے زیادہ باعزت ہو — مَا خَلَقَ اللّٰهُ خَلْقًا اَكْرَمَ عَلَيْهِ مِنَ الْعَقْلِ۔

اس عقل کے معنی ہیں روکنا، ایسی عقل فحشاء سے روکتی ہے۔

عقل کے دوسرے معنی میں یہ حدیث پاک ہے: — حدیث مبارکہ: ۱۶

کسی نے اس عقل سے بڑھ کر کوئی شے حاصل نہیں کی جو انسان کی رہنمائی کرے یا اسے ہلاکت سے بچائے۔ — مَا كَسَبَ اَحَدٌ شَيْئًا اَفْضَلَ مِنْ عَقْلٍ يَهْدِيْهِ اِلٰى هُدًى اَوْ يَرُدُّهٗ عَنْ رَدًى۔

اب تک آپ کل ۱۱۸ آیاتِ مبارکہ اور ۲۶ احادیث پاک پڑھ چکے ہیں۔ سب کو بار بار پڑھیے اور ان کے معانی اور مطالب پر غور کیجیے۔
دل و جان سے ان کے احکام پر عمل کیجیے
زیادہ سے زیادہ آیات اور احادیث زبانی یاد کیجیے۔

اعادہ

۱- مومن کون ہے ؟
۲- مومن کو مومن کیوں کہا جاتا ہے ؟
۳- اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ کا مطلب لکھیے۔
۴- اللہ تعالیٰ کا آپ پر کیا حق ہے ؟
۵- فرشتے کیا ہیں ؟ کیا کرتے ہیں ؟
۶- فرشتوں کا ہم پر کیا حق ہے ؟
۷- اللہ تعالیٰ کی کون کونسی مشہور کتابیں ہیں ؟
۸- قرآن مجید کی عظمت بیان کیجیے۔
۹- سجدۂ تلاوت کب اور کیسے کیا جاتا ہے ؟
۱۰- قرآن حکیم کی تلاوت کے آداب کیا ہیں ؟
۱۱- قرآن کریم کے پڑھنے اور سمجھنے سے کیا فائدے حاصل ہوتے ہیں ؟
۱۲- امام کے پیچھے مقتدی الحمد کیوں نہیں پڑھتے ؟
۱۲- آمین آہستہ کیوں کہنی چاہیئے ؟
۱۴- قرآن مجید کا ہم پر کیا حق ہے ؟
۱۵- حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیوں افضل الانبیاء ہیں ؟
۱۶- خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ سے کیا مراد ہے ؟
۱۷- آقائے دو جہان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہم پر کیا حق ہے ؟
۱۸- حب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کیوں ایمان کی شرط ہے ؟
۱۹- انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت کی دلیلیں کیا ہوتی ہیں ؟
۲۰- یوم قیامت پر ایمان لانا کیوں ضروری ہے ؟

(۳)

کچھ اور ایمانیات کے بارے میں

اس باب میں ۵۶ آیات بیّنات ہیں اور ۱۱ احادیث مبارکہ ہیں سب کو بار بار پڑھیے اور ان کے معانی و مطالب کو سمجھیے ! زیادہ سے زیادہ آیات بیّنات اور احادیثِ مبارکہ زبانی یاد کیجیے !

اللہ تعالیٰ کا ذِکر

ذکر کے عام معنی ہیں دل یا زبان سے کسی شئی کا یاد کرنا۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کا مطلب یہ ہوا کہ دل اور زبان سے کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا۔

اس میں شک نہیں کہ — آیتِ کریمہ ؛ ۱

اللہ تعالیٰ کا ذکر بڑا اچھا کام ہے — ذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ ط (۲۹ - ۳۸)

کیوں نہ ہو ، — آیتِ مبارکہ ؛ ۲

خوب سن لو کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے — اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (۱۳ - ۲۸)

ذکرِ الٰہی کے لیے پانچ لفظ بہت استعمال ہوتے ہیں ؛

اوّل ؛ تَحْمِیْد ۔ حمد کرنا ، حمد کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی فضیلت کے ساتھ تعریف کرنا ، مثلاً ؛ سب تعریف اللہ کے لیے ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ آیتِ کریمہ ؛ ۳

دوم ، تَسْبِیْح ۔ تسبیح کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرنا۔ اس میں قولی، فعلی اور قلبی طور پر ہر طرح سے اللہ کریم کی پاکیزگی بیان کرنا شامل ہے ۔ مثلاً ؛ — آیتِ کریمہ ؛

اللہ تعالیٰ پاک ہے — سُبْحَانَ اللّٰہِ

سوم ؛ تقدیس ؛ تقدیس کے معنی ہیں اللہ کی پاکیزگی بیان کرنا ـــ جس سے نفسِ انسانی ہر قسم کی نجاست سے پاک ہو جائے ۔ مثلاً — آیتِ کریمہ ؛ ۴

پاک ہے کائنات کا مقدس — سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ۔

مَلِک (بادشاہ)

چہارم ؛ تکبیر ۔ تکبیر کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور اس کی عظمت کا اعلان کرنا ۔ مثلاً ؛

اللہ بہت بڑا ہے — اَللّٰہُ اَکْبَرُ

پنجم ؛ تہلیل سے مراد ہے الوہیت کا اقرار کرنا، مثلاً ؛

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں — لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ

عام طور پر نماز کے بعد درود شریف پڑھ کر ان کلماتِ طیبات کو پڑھا جاتا ہے ؛

سُبْحَانَ اللّٰہِ — ۳۳ بار

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ — ۳۳ بار

اَللّٰہُ اَکْبَرُ — ۳۴ بار

یہ تسبیحِ فاطمہ ہے ۔ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نہایت پیاری بیٹی سیدۂ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس طرح پڑھنے کی تلقین فرمائی۔

ارشادِ نبوی ہے ؛ — حدیث پاک ؛ ۱

دو کلمے ہیں — کَلِمَتَانِ

زبان پر ہلکے ہیں — خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ

ترازو میں بھاری ہیں — ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ

اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں — حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ

(بخاری و مسلم)

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ

سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

ان کلماتِ طیبات کو صبح و شام کثرت سے پڑھنا چاہیے۔

ذکر کی فضیلت

اللہ تعالیٰ کے ذکر کی بڑی فضیلت ہے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سیّدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا،

حدیث پاک : ۲

اس کی مثال جو اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا، زندہ اور مُردہ کی سی ہے۔

مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ (بخاری مسلم)

ذکر کرنے والے کا باطن نورِ معرفت سے اور اس کا ظاہر ذوقِ اطاعت سے زندہ ہوتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں مستعد رہتا ہے۔ غافل کا باطن تو مردہ ہوتا ہی ہے۔ اس کا ظاہر بھی اطاعت کے لحاظ سے بے حس ہوتا ہے۔ اس کے بدن کا کوئی حصہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے لیے حرکت میں نہیں آتا۔ وہ جذبات اور حرکات ہر لحاظ سے مردہ ہے۔

یاد رہے کہ تحمید، تکبیر، تقدیس، تہلیل اور تسبیح کے کلمات کے علاوہ دیگر مسنون اذکار، دعائیں، قرآن پاک کا سمجھنا سمجھانا اور مخلوق کے حقوق کو بجا لانا عین ذکر اللہ ہے۔

قرآن پاک تو مقدم طور پر ذکر ہے۔ آیت کریمہ : ۵

ص۔ قسم ہے قرآن کی جو بلند ذکر اور نہایت عظمت والا ہے

صٓ۔ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ (۳۸ - ۱)

بُلند ذکر

اذان سے پہلے اور جماعت کے بعد بعض لوگ بلند آواز سے ذکر کرتے ہیں۔ یہ ذکر جائز اور مستحسن ہے، البتہ خلوص نیت سے ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : آیتِ کریمہ : ۶

تم اللہ تعالیٰ کی تسبیح کیوں نہیں کرتے

لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ (۶۸ - ۲۸)

پھر ارشاد ہے : آیت کریمہ : ۷

صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہنا

سَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْکَارِ (۳ - ۴۱)

مزید ارشاد ہے : آیت کریمہ : ۸

اللہ تعالیٰ کی یاد کرو اپنے باپ دادوں کی یاد کی طرح یا اس سے بھی بلند تر۔

فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا (۲ - ۲۰۰)

عرب جب منیٰ میں جمع ہوتے، تو ہر قبیلہ اپنے قبائل کی جے پکارتا اور اونچی اونچی آواز میں اپنے باپ دادوں کی تعریف کر کے دلوں کو گرماتا۔ مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ ویسا ہی جوش و خروش اللہ تعالیٰ کے ذکر میں دکھائیں، بلکہ اللہ کریم کا نام بڑھ چڑھ کر اپنی زبانوں پر لائیں۔ ظاہر ہے کہ بلند ذکر کی فضیلت ہے۔

وہ لوگ خوش نصیب ہیں جو اللہ کریم کے ذکر کو بلند کرتے ہیں اور اس سے نور اور سرور حاصل کرتے ہیں۔ بعض لوگ بلند ذکر سے ناخوش ہوتے ہیں، حالانکہ ایسا نہ ہونا چاہیے۔

قرآن پاک میں ہے : آیت کریمہ : ۹

ہلاکت ہے ان کے لیے جن کے دل اللہ کی یاد سے سخت ہوئے ہیں

فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَةِ قُلُوْبُھُمْ مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ۔ (۳۹ - ۲۲)

جمع ہو کر اللہ کریم کا ذکر کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

حدیث پاک : ۳

وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللّٰهِ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَيَتَدَارَسُوْنَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهُ وَمَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ۔ (رواہ مسلم)

اور کوئی قوم اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر میں اللہ کی کتاب پڑھنے اور باہم اسے سیکھنے سکھانے کے لیے جمع نہیں ہوتی، مگر ان پر اطمینانِ قلب اترتا ہے اور انہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے گھیر لیتے ہیں اور اللہ اسے اس جماعت میں یاد کرتا ہے جو اس کے ہاں ہے اور جسے عمل پیچھے کر دے اسے نسب بڑھا نہیں سکتا۔

جو جگہیں اللہ کریم کے ذکر کے لیے وقف ہیں، وہاں جمع ہو کر ذکر کرنے والوں کو اللہ کریم کے فضل و کرم سے چار انعام عطا ہوتے ہیں:

اول: اطمینانِ قلب۔

دوم: اللہ تعالیٰ کی رحمت۔

سوم: ملائکہ کرام کی صحبت جو ذکر کی مجلسوں میں شامل ہوتے ہیں۔

چہارم: ملائکہ مقربین کی محفل میں اللہ کریم کا اس کے بارے میں ذکرِ خیر فرمانا۔

قرآن مجید

آیتِ مبارکہ: ۱۰

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا۔ (۲۵-۳۰)

اور رسول کہیں گے اے میرے رب! میری قوم نے قرآن کریم کو چھوڑ رکھا تھا۔

مہجورا ہجر سے ہے، اس کے دو معنی ہیں:

اول: اعراض یعنی کنارہ کرنا، یہ ضعیف العمل مسلمانوں کے حق میں ہے۔

دوم: بے فائدہ اور بے مقصد سمجھنا۔ یہ خطاب منکرینِ قرآن سے ہے جو صاف کفر ہے۔

منکرینِ قرآن کلامِ الٰہی پر ایمان نہیں لاتے۔ یہ صرف ضد اور تعصب کی بنا پر ہے۔ قرآن پاک سراسر معجزہ ہے۔ تین عام فہم معجزوں کو ذہن میں لائیے۔

کون نہیں جانتا کہ:

آیتِ کریمہ: ۱۱

وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ۔ (۱۵-۹)

اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں

اول: قرآن کریم ہی ایک کتاب ہے جس کا اللہ تعالیٰ خود محافظ ہے۔

کیا قرآن پاک حفاظ کے سینوں میں محفوظ نہیں؟

کیا دنیا کی کوئی اور کتاب اس طرح سے حفظ کی جاتی ہے؟

کیا قرآن کریم کی زبان زندہ نہیں؟

کیا قرآن کریم خود زندہ نہیں؟

کیا قرآن کریم کی تعلیمات زندہ نہیں؟

کیا ابتدا سے آج تک قرآن کریم میں زبر زیر کی کمی بیشی ہوئی ہے ؟ ہرگز نہیں!

دوم ؛ قرآن کریم ہی ایک کتاب ہے جس کا جمع کرنا اور پڑھوانا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔

آیتِ کریمہ ؛ ۱۲

بے شک اس کا محفوظ کرنا اور آپ کا اسے پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ۔ (۷۵ - ۱۷)

کیا قرآن کریم محفوظ طور پر جمع نہیں ؟

اس کے ؛

۳۰ پارے ہیں	۱۱۴ سورتیں ہیں ، ۹۳ مکی ۲۱ مدنی
۵۴۰ رکوع ہیں	۶۶۶۶ آیات ہیں
۵۳۲۲۳ زبر ہیں	۳۹۵۸۲ زیر ہیں
۷۲۴۸۸ ا ہیں	۱۱۴۲۸ ب ہیں

۱۱۴ سورتوں میں سے ؛

۵ الحمد کے ساتھ شروع ہوتی ہیں

۲ تبارک کے ساتھ۔

۷ سبحان اور اس کے مشتقات کے ساتھ

۲۹ حروف مقطعات سے جیسے الٓمٓ

۱۰ نداء سے جیسے يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ

۲۳ جملہ خبریہ سے، مثلاً يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ

۱۵ سورتیں قسم سے، مثلاً وَالضُّحَىٰ

۷ کلمہ شرط سے، جیسے إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ

۶ صیغہ امر سے، مثلاً قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ

۷ سات صیغہ استفہام سے جیسے أَلَمْ نَشْرَحْ

۳ سورتیں توبیخ کے ساتھ، مثلاً وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ

سورۃ العصر	مکی ہے	تین آیات	چودہ کلمے	۶۸ حرف
سورۃ الکوثر	مکی ہے	تین آیات	بارہ کلمے	۴۲ حرف
سورۃ الاخلاص	مکی ہے	چار آیات	پندرہ کلمے	۴۷ حرف

سورۃ الکوثر سب سے چھوٹی اور سورۃ البقرہ سب سے بڑی سورت ہے

نمونہ کے طور پر یہ صرف چند ایک کوائف ہیں، ہر سورۃ کے بارے میں ایسی حیرت انگیز معلومات فراہم ہیں۔

کیا قرآن پاک پڑھا نہیں جاتا ؟

تراویح میں قرآن پاک کے پڑھنے کا رواج ہے کیا کسی اور مذہب میں ایسا ہے ؟

کیا اس کثرت کے ساتھ دنیا کی کوئی اور کتاب پڑھی جاتی ہے ؟ ہرگز نہیں۔

سوم ؛ قرآن حکیم کا یاد کرنا آسان ہے۔ آیت کریمہ ؛ ۱۳

اور ہم نے آسان کر دیا ہے — وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ

ذکر کے لیے — لِلذِّكْرِ

ہے کوئی ذکر کرنے والا — فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

کیا قرآن کریم آسانی کے ساتھ یاد نہیں ہو جاتا ؟

کیا دنیا کی کوئی اور کتاب زبانی یاد کی جاتی ہے ؟

یہ تو نابینوں کو بھی یاد ہو جاتی ہے ؟

کیا دنیا میں کسی مذہب کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس کے نابینا اس کی مذہبی کتاب کے حافظ ہوں ؟ ہرگز نہیں!

تو پھر کافروں کا قرآن کریم کی صداقت تسلیم نہ کرنا ضد اور تعصب نہیں تو کیا ہے ؟

اللہ کریم نے ہماری ہدایت کے لیے قرآن کریم نازل فرمایا ہے۔ آیتِ کریمہ : ۱۴

اس میں ذرا کجی نہیں — لَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ؕ

ہر حکم مدلّل اور واضح ہے۔ — (۱۸ - ۱)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے : — آیتِ کریمہ : ۱۵

وہ وہی اللہ ہے جس نے آپ پر کتاب — هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ

اتاری۔ اس میں محکم آیتیں ہیں، وہی کتاب — مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ

کا اصل ہیں، دوسری آیتیں متشابہ ہیں۔ — وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ

جن کے دلوں میں کجی ہے، وہ اس کے پیچھے — فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ

ہوتے ہیں جو متشابہ ہے، فتنہ کی تلاش میں — مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ

اور اس کے غلط مطلب کی تلاش میں۔ — وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ؔ (۳ - ۷)

جو آیتیں بالکل واضح ہیں، وہی اصل معیار ہیں۔

بعض آیتیں ایسی ہیں کہ ان کی مراد مخفی ہے، ان کے مطلب میں مختلف پہلو نکل سکتے ہیں، جن کے دلوں میں کجی ہے، وہ توڑ مروڑ کر ان کے من مانے معانی نکالتے ہیں لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے وہ اسی ادھیڑ بن میں لگے رہتے ہیں۔ یہی صورتِ حال احادیث کے بارے میں ہے۔

حضرت جابر راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

حدیث پاک : ۴

اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض فرض فرمائے ہیں — اِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ فَرَائِضَ

انہیں ضائع نہ کرو — فَلَا تُضَیِّعُوْهَا

کچھ چیزیں حرام کی ہیں — وَحَرَّمَ حُرُمَاتٍ

انہیں حلال نہ جانو — فَلَا تَنْتَهِكُوْهَا

اور کچھ حدیں مقرر کی ہیں — وَحَدَّ حُدُوْدًا

ان سے تجاوز نہ کرو — فَلَا تَعْتَدُوْهَا

کچھ چیزوں سے بولے بغیر خاموشی اختیار کی ہے — وَسَكَتَ عَنْ اَشْیَآءَ

رحمت کے طور پر — رَحْمَةً لَّكُمْ

نہ کہ بھول کر — غَیْرِ نِسْیَانٍ

ان میں بحث نہ کرو — فَلَا تَبْحَثُوْا عَنْهَا (مشکوٰۃ شریف)

تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا — فَاِنَّمَا اَهْلَكَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ

سوالات کی کثرت نے — كَثْرَةُ مَسَائِلِهِمْ

اور اپنے انبیاء سے — وَاخْتِلَافُهُمْ

اختلاف نے — عَلٰۤى اَنْبِیَائِهِمْ (صحیحین)

مجھ سے لوگوں کو پہنچا دیجئے خواہ ایک آیت ہو — بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَةً (مشکوٰۃ شریف)

قرآن پاک شریعتِ اسلامیہ کا مکمل ضابطہ ہے۔

سُنّت اس اجمال کی عملی تفسیر ہے۔

مسلمان کا ایمان ہے کہ : — حدیث پاک : ۵

بہترین کلام اللہ کی کتاب ہے — اِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ كِتَابُ اللّٰهِ

اور بہترین سیرۃ حضرت محمد — وَخَیْرَ الْهَدْیِ هَدْیُ

صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے۔ — مُحَمَّدٍ ۔ (مسلم شریف)

مسلمان اطاعت اللہ تعالیٰ کی کرتا ہے اور اللہ کریم کے رسول برحق کی۔

بعض مسئلے ہماری سمجھ میں نہیں آتے، ان کے سمجھنے کے لیے ان خاص علماء کی طرف رجوع کرتے ہیں جنہیں اللہ کریم نے مسائل کو سمجھنے کی اہلیت عطا فرمائی ہے۔

ہمارا مقصد کتاب و سنت کی پیروی ہے۔ یہ خاص علماء کتاب و سنت کی

روشنی میں ہماری راہ نمائی کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:　　　آیتِ کریمہ: ۱۶

اور جب انہیں امن یا خوف کی کوئی بات پہنچتی ہے، تو یہ اسے پھیلا دیتے ہیں، اور اگر اسے رسول اور اپنے میں سے صاحبان امر کے حوالے کر دیتے تو ان میں سے جو قوی استنباط کے اہل ہیں اس کی حقیقت بھی جان لیتے۔

وَإِذَا جَآءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ ۔ (۴ - ۸۳)

واضح رہے کہ ایسے معاملات میں عوام کو خود تشہیر واشاعت میں نہ پڑنا چاہیئے۔ علم وفہم والوں کی طرف رجوع کرنا چاہیئے جو معاملات کی صحت کو جانتے اور سمجھتے ہوں۔ گویا استنباط اور اجتہاد عوام کا کام نہیں۔ یہ کام خاص لوگوں کا ہے جو معاملات اور مسائل کو سمجھ سکیں اور ان کے بارے میں تحقیق کر سکیں۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیتِ کریمہ سے یہ اخذ کرتے ہیں:

۱۔ کچھ پیچیدہ مسائل پیش آتے ہیں۔

۲۔ وہ استنباط سے ہی حل ہو سکتے ہیں۔

استنباط کے معنی ہیں کوشش کے ساتھ کسی مسئلہ کو دریافت کر لینا۔ ایسا وہ شخص کر سکتا ہے جو خاص علم وفضل کا مالک ہو۔

۳۔ استنباط شرعی حجت ہے۔

۴۔ عام لوگوں پر ان عالموں کی تقلید واجب ہے جو استنباط اور اجتہاد کی اہلیت رکھتے ہوں۔ اجتہاد کے معنی ہیں کسی مسئلہ کے لیے پوری طاقت صرف کرنا۔ یہ طاقت کیا ہے؟ علم دین، قرآن وسنت میں فہم وفراست اور کامل مہارت،

تقویٰ وپرہیزگاری، صحتِ عقیدہ اور ان علوم کا ماہر ہونا جو قرآن حدیث کے سمجھنے کے لیے ضروری ہیں۔

عام مسلمانوں سے قرآن پاک سے ضروری تعلق کا کم ازکم درجہ یہ ہے کہ اسے کلامِ الٰہی اور واجب العمل سمجھیں۔

اعلیٰ درجہ تعلق کا یہ ہے کہ قرآن پاک کو قولاً اور فعلاً تمام تر اپنے اوپر حاوی کر لیا جائے۔ زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق۔　　　آیتِ کریمہ: ۱۷

قرآن مجید بڑے رتبہ کی چیز ہے　　إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ (۵۶ - ۷۷)

قرآن پاک حسنِ ترتیل سے پڑھا جائے　　وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا　　آیتِ کریمہ: ۱۸ (۷۳ - ۴)

آیتِ کریمہ: ۱۹

اور ہم نے آسان کر دیا ہے۔ قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے۔ ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ (۵۴ - ۱۷)

قرآن پاک آسان ہے، اسے یاد کیا جائے اور اس کے احکام کی پابندی کی جائے۔

تو جب ہم اسے پڑھ چکیں تو اس وقت اس پڑھے ہوتے کی اتباع کرو۔　　فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ　آیتِ کریمہ: ۲۰ (۷۵ - ۱۸)

۱۔ اللہ کریم نے فرشتۂ وحی کے سنانے کو اپنے ہی سنانے سے تعبیر فرمایا ہے۔ گویا فرشتۂ وحی کا مقام تعلیم وافادہ کا نہیں، صرف تبلیغ واعادہ کا ہے جیسے جمعہ یا عیدین کی نمازیں مکبرین امام کی تکبیر اور تسبیح کو صرف دہراتے ہیں۔

۲۔ حکم ہے کہ اسی طرح سے پڑھو، جس طرح سے فرشتۂ وحی پڑھتا ہے۔

۳۔ فرشتۂ وحی کا کام صرف قرآن کریم کو من وعن پوری حفاظت کے ساتھ پہنچا دینا ہے۔

۴۔ امت تک قرآن کریم اور اس کی شرح پہنچانے کے ذمہ دار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت صرف پیغام پہنچانے والے کی نہیں، بلکہ تبلیغ کے ساتھ ساتھ بیان وتشریح بھی آپ کا

خبردار

اعراب کی غلطی نہ ہونے پائے

پ	س	آیت	
۱	۲	۷	اَنْعَمْتَ پڑھیے ت پر زبر یا پیش ہرگز نہ پڑھیے۔
			آیتِ کریمہ : ۲۱
۱	۲	۱۲۴	وَاِذِ ابْتَلٰی اِبْرٰھِیْمَ رَبُّہٗ — رَبُّہٗ کی ب پر زیر یا زبر ہرگز نہ پڑھیے۔
			آیتِ کریمہ : ۲۲
۲	۲	۲۵۱	قَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ پڑھیے۔ دَاوٗدُ کی دوسری د پر زبر ہرگز نہ پڑھیے
۳	۲	۲۶۱	وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ پڑھیے عین پر زبر ہرگز نہ پڑھیے
۶	۴	۱۶۵	مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ پڑھیے۔ مُنْذِرِیْنَ کی ذ پر زبر ہرگز نہ پڑھیے
۱۰	۹	۳	اِنَّ اللّٰہَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُہٗ — رَسُوْلُہٗ کے ل پر زیر ہرگز نہ پڑھیے۔ وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ پڑھیے۔ ذ پر زبر ہرگز نہ پڑھیے۔ آیتِ کریمہ ۲۳
۱۶	۲۰	۱۲۱	وَعَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّہٗ پڑھیے ب پر پیش ہرگز نہ پڑھیے

پ	س	آیت	
۱۷	۲۱	۸۷	اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ — ت پر زبر پڑھنا ناجائز ہے۔
۱۹	۲۶	۱۹۴	لِتَکُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ۝ — ذ پر زبر پڑھنا شدید ترین غلطی ہے
			آیتِ کریمہ : ۲۴
۲۲	۳۵	۲۸	اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا — اللّٰہ کی ہ پر پیش پڑھنا کفر ہے
			آیتِ کریمہ : ۲۵
۲۳	۳۷	۷۲	وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِیْھِمْ مُّنْذِرِیْنَ۔ — ذ پر زبر ہرگز نہ پڑھیں۔
۲۸	۵۹	۲۴	اَلْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ — و پر زبر نہ پڑھنا چاہیے
۲۹	۶۹	۳۷	لَا یَاْکُلُہٗٓ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ۔ — ط پر زبر ہرگز نہ پڑھیں۔
۲۹	۷۳	۱۶	فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ — ن پر زبر پڑھنا جائز نہیں
			آیتِ کریمہ : ۲۶
۲۹	۷۷	۴۱	اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ ظِلٰلٍ وَّعُیُوْنٍ ۝ — ظ پر زبر ہرگز نہ پڑھیں۔
۳۰	۷۹	۴۵	اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ یَّخْشٰھَا ۝ — ذ پر زبر پڑھنا ناجائز ہے

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

(۴۸ - ۲۹)

محمد اللہ کے رسول ہیں — مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۔

حمد کے معنی ہیں فضیلت کے ساتھ کسی کی تعریف کرنا۔ حمد افعالِ اختیاریہ پر ہوتی ہے۔ پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہستی ہیں جو بے شمار قابلِ تعریف خصلتیں رکھتے ہیں ۔ محمد حضور سیدالکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام نامی بھی ہے اور حضور کے اوصافِ حمیدہ کا مظہر بھی۔ حضور کے ذاتی اوصاف کا بھی آئینہ ہے۔ حضور کی پیغمبرانہ کارناموں کا بھی ذات کا آئینہ اس لحاظ سے کہ اللہ کریم نے انسان کو جس کمال تک پہنچانا تھا۔ اس تک سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو پہنچا دیا۔

کردار کا آئینہ اس لحاظ سے کہ نبوت اور رسالت کو کمال کی جس حد تک پہنچنا تھا وہ حد پوری ہوگئی۔ اس کے بعد نہ کسی اور نبی اور رسول کی حاجت رہی اور نہ کوئی اور نیا نبی یا رسول آسکتا ہے۔

اللہ کریم نے آقائے نامدار احمد مختار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خیرِ کثیر سے نوازا۔

آیتِ کریمہ : ۲۷

محبوب! ہم نے آپ کو خیرِ کثیر عطا فرمائی ہے۔ — اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ

(۱۰۸ - ۱)

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرْ
ساری کثرت پاتے یہ ہیں (اعلیٰ حضرت)

آپ خَلق اور خُلق کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔

ارشادِ خداوندی ہے: آیتِ کریمہ

اور آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کردیا ہے۔ — وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ

(۹۴ - ۴)

ہر آن آپ کا نامِ نامی بلند سے بلند تر ہوتا جائے گا۔

آپ وہ ہیں کہ:

آپ کی تعریف ایک کے بعد دوسری ہوتی رہے گی یُحْمَدُ حَمْدًا بَعْدَ حَمْدٍ

تعریف کا سلسلہ مسلسل بڑھتا چلا جائے گا، کبھی ختم نہ ہونے پائے گا۔ جوں جوں زمانہ گزرے گا، آپ کے کمالات کے اعتراف کا دائرہ بڑھتا ہی جائے گا اور لوگ کشاں کشاں آپ کے قریب سے قریب تر ہوتے چلے جائیں گے۔

یہ ایسی حقیقت ہے جسے مانے بغیر چارہ نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں حضرت عبداللہ بن سلام چہرۂ اقدس پر نظر ڈالتے ہی پکار اُٹھے:

ان کا چہرہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے — وَجْھُہٗ لَیْسَ بِوَجْہِ کَذَّابٍ۔

آج دنیا یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ دنیا کا سب سے بڑا انسان وہ ہے جس نے دس سال کی قلیل مدت میں ایک نئی شریعت، ایک نئی قوم اور ایک نئی مملکت اس خوبی کے ساتھ قائم کی کہ رہتی دنیا تک ہر فرد کی ضرورت کو خود ہی پورا کر دیا۔

مدنی سرکار کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا

آقائے دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے نبوت کا محل مکمل ہوگیا۔ حضور کریم نبوت کے شان دار محل کی آخری اینٹ ہیں۔ آپ کے بعد کسی اور نبی کی گنجائش ہی نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

حدیث پاک : ۶

میری اور دیگر نبیوں کی مثال اس محل کی ہے جسے خوب اچھی طرح بنایا گیا ہو۔ اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی دیکھنے والے اس کا طواف کرتے اور اچھی تعمیر پر تعجب ظاہر کرتے سوائے اس اینٹ کے، تو میں نے اس اینٹ کی جگہ پوری کر دی۔ مجھ پر رسول ختم کر دیے گئے اور ایک روایت میں ہے آخری اینٹ میں ہوں اور میں نبیوں میں پچھلا ہوں

مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِیَآءِ کَمَثَلِ قَصْرٍ اُحْسِنَ بُنْیَانُہٗ تُرِکَ مِنْہُ مَوْضِعُ لَبِنَۃٍ فَطَافَ بِہِ النُّظَّارُ یَتَعَجَّبُوْنَ مِنْ حُسْنِ بُنْیَانِہٖ اِلَّا مَوْضِعَ تِلْکَ اللَّبِنَۃِ فَکُنْتُ اَنَا سَدَدْتُ مَوْضِعَ اللَّبِنَۃِ خُتِمَ بِیَ الْبُنْیَانُ وَخُتِمَ بِیَ الرُّسُلُ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَاَنَا اللَّبِنَۃُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

مصطفیٰ مجتبیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بعض دلوں میں یہ وسوسہ پیدا ہوتا ہے کہ رسول ایک انسان ہے، وہ نہ فوق البشر ہے اور نہ بشری کمزوریوں سے بالاتر ہے۔ اہل سنت وجماعت کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں۔ فوق کے معنی ہیں فضیلت۔ کیا نبی کو عام انسان پر فضیلت نہیں؟ خود قرآن کریم شاہد ہے کہ سب انسان برابر نہیں ہیں۔

آیتِ کریمہ : ۲۸

اور ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دے رکھی ہے

وَرَفَعْنَا بَعْضَھُمْ فَوْقَ بَعْضٍ (۴۳ - ۳۲)

جب ایک انسان دوسرے انسان کے برابر نہیں، تو عام انسان نبی کے برابر کیسے ہو سکتا ہے؟ سوچیے نبوت کسبی ہے یا وہبی؟ کسبی وہ ہے جو کوشش کر کے حاصل کی جائے وہبی وہ ہے جو کوشش سے حاصل نہ ہو سکے، اللہ کریم اپنے فضل سے جسے چاہے کوشش کے بغیر بخش دے۔

کیا کوئی شخص کوشش کر کے نبی بن سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! تو پھر نبی عام انسان سے فوق یعنی بالا اور اعلیٰ کیوں نہیں۔ انبیاء کرام اور رسولانِ گرامی اللہ کریم کے نہایت برگزیدہ بندے ہیں۔ ان میں وہ خصوصیتیں پائی جاتی ہیں جو عام انسانوں میں نہیں پائی جاتیں۔ مثلاً ایک خصوصیت اَلصَّفَاءُ ہے، اس کے معنی ہیں ہر عیب اور ہر نقص سے پاک ہونا، اسی سے اَلْاِصْطِفَاءُ ہے جس سے مراد صاف اور خالص شئے منتخب کرنا ہے۔ اللہ کریم جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے اور اسے ان تمام کثافتوں سے پاک وصاف پیدا کرتا ہے جو عام انسانوں کو لاحق ہوتی ہیں۔ قرآن پاک میں ہے:

آیتِ کریمہ : ۲۹

بے شک اللہ نے تجھے چن لیا اور خوب پاک وصاف کیا

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰکِ وَطَھَّرَکِ (۳ - ۴۲)

یہ خطاب حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے۔

انبیاء کرام حضرت مریم سے بہت بڑھ کر ہیں اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وافضل الانبیاء ہیں، ہر عیب اور ہر نقص سے پاک ہیں، اسی لیے مصطفیٰ ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)

دوسری خصوصیت جَبَیٰ ہے، اس کے معنی ہیں جمع کرنا، اسی سے اَلاِجْتِبَاءُ ہے، اس سے مراد ہے کسی کو اپنے فیض کے لیے چن لینا اور اپنے انعام اسے اس کی جدوجہد کے بغیر عطا کرنا۔

قرآن پاک میں ہے: آیتِ کریمہ: ۳۰

جس کو چاہتا ہے اپنی بارگاہ کا برگزیدہ کر لیتا ہے۔ يَجْتَبِىٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاءُ (۴۲ - ۱۳)

تیسری خصوصیت اَلتَّوَسُّلُ ہے، آہستہ اور نرمی کے ساتھ چل پڑنا، اسی سے رسول ہے جس کے معنی ہیں بھیجا ہوا۔

رسول کا لفظ اس انسان پر بولا جاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنا پیغام اور کتاب دے کر بھیجتا ہے۔

قرآن پاک میں ہے: آیتِ مبارکہ: ۳۱

اور محمد اس سے بڑھ کر اور کیا رسول ہیں۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ (۳ - ۱۴۴)

پس سرورِ کائنات فخرِ موجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام اور تمام جماعت رسولانِ گرامی علیہم السلام، پہلے مصطفیٰ ہیں، پھر مجتبیٰ اور پھر منصبِ رسالت پر سرفراز ہیں۔

کون انسان ہے جو ان کے برابر ہے۔!

اَحمد عین ہے نور کا پُتلا

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف اللہ کریم کے اپنے کلام میں یوں ہے: آیتِ مبارکہ: ۳۲

اے نبی! بیشک ہم نے تمہیں بھیجا شاہد، مبشر، نذیر اور اللہ کے حکم سے داعی الی اللہ بنا کر اور چمکا دینے والا آفتاب بنا کر۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا۔ (۳۳ - ۴۶)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے محبوب کو شاہد بنا کر بھیجا۔ عربی لغت میں شاہد کے معنی ہیں حاضر اور ناظر۔ شاہد کے معنی ہیں مشاہدہ کرنے والا جس کے سامنے کائنات حاضر ہو اور وہ کائنات کو بھی دیکھ رہا ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا رسول شاہد ہے اور میں خود پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہوں۔ آیتِ کریمہ: ۳۳ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ (۲۳-۹۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے کہ انہیں شاھد مانا جائے۔ اللہ کریم شاہد ہے۔ شہادت اللہ تعالیٰ کا ذاتی وصف ہے۔ اس کا رسول کریم شاہد ہے، یہ ان کا عطائی وصف ہے۔ اللہ کریم نے اپنے فضل سے انہیں شاہد بنایا ہے۔

اسی پر کیا موقوف ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر وصف عطائی ہے، ذاتی نہیں۔ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے اور پھر سیدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام چمکا دینے والے آفتاب ہیں سِرَاجًا مُّنِيْرًا

اس میں کیا کلام کہ آقائے نامدار احمدِ مختار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اپنے نورِ نبوت سے بے شمار آنکھوں، دلوں اور روحوں کو منوّر فرما رکھا ہے اور بے حساب آفتاب جلا رکھے ہیں جو انوارِ ہدایت سے لوگوں کی راہ نمائی کر رہے ہیں۔ یہ تو ان کی برکات ہیں اور کرم نمایاں۔ لازمی طور پر ان کے وجودِ باجود کے سِرَاجًا مُّنِیْرًا ہونے پر ایمان لانا ضروری ہے۔

پس سرورِ کائنات علیہ الصّلوٰۃ والسّلام شاہد ہیں اور سِرَاجًا مُّنِیْرًا ہیں۔ حضور عین نور ہیں، بلکہ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ہیں۔

آیتِ کریمہ: ۳۴

بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آچکی ہے۔

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ

(۵ - ۱۵)

اللہ کا نبی نور ہے اور خود اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے

نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط (۲۴-۳۵)

اللہ تعالیٰ نور ہے ، خالق ہے
اللہ تعالیٰ کا رسول نور ہے، مخلوق ہے
اللہ تعالیٰ کے نبی کے نور ہونے پر ایمان لانا ضروری ہے۔

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
مرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

(امام احمد رضا قدس سرّہٗ)

یہ کتابِ کُن میں آیا طرفہ آیہ نور کا
غیرِ قائل کچھ نہ سمجھا، کوئی معنیٰ نور کا
انبیاء اجزاء ہیں تُو بالکل ہے جملہ نور کا
اس علاقے سے ہے ان پر نام سچا نور کا

تاجِ ہر و ماہ پہ ہے اطلاق آیا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا
تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا (اعلیٰ حضرت)

قرآن کریم میں ہے :

آیتِ کریمہ : ۳۵

فرمادیجئے ظاہر صورتِ بشری میں مَیں تم جیسا ہوں، مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَا اِلٰهُکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (۱۸-۱۱۰)

اَلْبَشَرَةُ سے مراد انسانی جلد کی ظاہری سطح ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ محبوب تواضع کے طور پر فرما دیجیے کہ ظاہری چہرے مہرے کے لحاظ سے میں تم جیسا ہوں۔ خصوصیت یہ ہے کہ مجھے وحی آتی ہے اور وحی کی برکات کیا ہیں ؟

معارفِ جلیلہ اور اخلاقِ جمیلہ

اور یہ خصوصیتیں اس درجہ کی ہیں کہ خالق ارض وسماء شاہد ہے۔ آیتِ کریمہ: ۳۶

کیا ہم نے تیرا سینہ کشادہ نہ کیا اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ (۹۴-۱)

اس حد تک کہ بشری تقاضے انوار و برکات کے لیے مانع نہ رہے اور آپ کا پاک اور کشادہ سینہ ہدایت، عرفان، نبوت و رسالت اور علم و حکمت کا خزینہ بن گیا۔ یہاں تک کہ عالمِ غیب اور عالمِ شہادت بھی اس کی وسعتوں سے باہر نہ رہے۔

اور یہ بھی کہ :

آیتِ کریمہ : ۳۷

بے شک تمہاری خُو بُو بڑی شان کی ہے۔

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ہ

(۶۸ - ۴)

تیرے خُلق کو حق نے عظیم کہا، تیری خَلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا، تیرے خالقِ حسن و ادا کی قسم

کیا دی امتیازی شان نہیں؟ (اعلیٰ حضرت)

اور وحی ہی کی بدولت جو خُلق اور خَلق سیدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حصّہ ہے، وہ کسی اور کو حاصل ہو سکتا ہے؟

اگر نہیں اور ہرگز نہیں، تو عام انسان آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسا کیسے ہو سکتا ہے؟ ؎

ترا مسندِ ناز ہے عرش بریں، ترا محرمِ راز ہے روحِ امیں
تو ہی سرورِ ہر دو جہاں ہے شہا، ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم (اعلیٰ حضرت)

اہلِ سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ بے شک آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بشر ہیں، مگر ایسے بشر کہ ع

اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر

ایسے بشر کہ ؎

ہزار بار بشویم دہن بمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے آپ کو ہم جیسا بشر فرمانا تواضع کے طور پر ہے۔ تواضع کے معنی ہیں بڑے آدمی کا انکسار کے طور پر اپنی بڑائی ظاہر نہ کرنا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: محبوب فرما دیجئے کہ میں ظاہری صورت کے لحاظ سے تم جیسا بشر ہوں۔ مثل سے مفہوم ہے کسی چیز کو کسی نمونہ کے مطابق بنانا۔ بشر دراصل اولادِ آدم کا عام نام ہے۔ قرآن پاک میں ہے: آیتِ کریمہ: ۳۸

میں مٹی سے بشر بنانے والا ہوں — اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ۔ (۳۸-۷۱)

اولادِ آدم ہونے کی حیثیت سے ہر انسان بشر ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی چہرے مہرے کے لحاظ سے حضرت آدم علیہ السلام کے نمونہ پر ہیں، اس لیے بشر ہیں، مگر ایسے بشر ہیں کہ ان کی بشریت پر ان کی نورانیت غالب ہے۔

وہ تو نورِ منیر ہیں۔ — قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ (۵-۱۵)

یہ رویّہ کفار کا رہا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کی فضیلت کے قائل نہیں رہے، انہیں اپنے جیسا بشر سمجھتے تھے۔

کفار کا یہ کہنا تھا کہ: — آیتِ کریمہ: ۳۹

آپ نہیں، مگر ہماری طرح کے بشر۔ — مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا۔ (۳۶-۱۵)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بشر ہوتے ہوئے فوق البشر ہونا آپ کی نبوت کی دلیل ہے۔

عربی ادب میں مشابہت کے لیے کئی لفظ ہیں:

نِدٌّ: جب ذات میں مشابہت ہو۔
شِبْہٌ: جب کیفیت میں مشابہت ہو۔
مُسَاوٍ: جب کمیت میں برابری ہو۔
مُشَاکِلٌ: جب انداز اور پیمائش میں مشابہت ہو۔

مثل کا لفظ ان سب سے عام ہے۔

اللہ کریم کا ارشاد ہے کہ عام انسان کو کوئی خاص مشابہت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے نہیں اگر صرف ہے تو وہ یہ کہ اولادِ آدم ہیں اور چہرے مہرے سے انسان کے مشابہ ہیں۔ پھر ذرا سوچیے کہ کافروں سے یہ خطاب ہے کہ میں (ظاہری صورت میں) تم جیسا انسان ہوں اور صحابہ کرام سے خطاب ہے اَیُّکُمْ مِثْلِیْ تم میں مجھ جیسا کون ہے؟ دراصل بات یہ ہے کہ کافروں کی نگاہیں صرف

ظاہری شکل و صورت تک پہنچتی تھیں، انہیں قریب لانے کے لیے فرمایا کہ میں ظاہری صورت میں تم جیسا انسان ہوں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کسی حد تک مقامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں سے واقف تھے، انہیں ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی مجھ جیسا نہیں ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ کوئی امتی عمل میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مساوی نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ بڑھ جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جو ایمان لائیں اور اچھے کام کریں۔

بے حد ثواب ہے — فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ (۹۵-۶) آیتِ کریمہ: ۴۳

اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ وہ اجر ہے جس کی کوئی انتہا نہ ہو۔ یہ شان تو امتی کے اجر کی ہے۔

خیال میں لایئے نبی کے عمل کی شان کا جس کی اتباع اور جس کی تحریک پر کروڑہا انسان رہتی دنیا تک نیک اعمال بجالاتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے کہ جو شخص آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مُردہ سنت کو زندہ کر دے، — حدیث پاک: ۷

اسے ان تمام کے برابر ثواب ملے گا جو اس پر عمل کریں، بغیر اس کے کہ عمل کرنے والوں کے اجر سے کچھ کم ہو۔

فَاِنَّ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَ اُجُوْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امتیوں کا کوئی شمار ہے جو آنحضور کے ارشادات کی تعمیل میں رات دن آپ کی سنتوں کو زندہ کرنے اور زندہ رکھنے میں مصروف ہیں۔ ان سب کے اجر کے برابر حضورِ اقدس کو خیر کثیر حاصل ہوتی ہے، تو کسی امتی کی کیا مجال ہے کہ عمل میں حضور کے مساوی ہو۔

جس مالک الملک کے نزدیک دنیا و مافیہا کی متاع قلیل ہے۔ اس کے نزدیک سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلتیں نہایت کثیر ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے، — آیتِ کریمہ: ۴۴

محبوب! بیشک ہم نے تمہیں بے شمار فضیلتیں عطا فرمائیں۔ — اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ (۱۰۸-۱)

کوئی بڑے سے بڑا عامل عمل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گردِ پا کو نہیں پہنچ سکتا۔

معراج مُبارک

بندہ ملنے کو قریبِ حضرتِ قادر گیا

لمعۂ باطن میں گمنے جلوۂ ظاہر گیا!

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: — آیتِ کریمہ: ۴۲

پاک ذات ہے وہ جو اپنے بندہ کو رات کے تھوڑے سے حصے میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے گیا جس کے اردگرد کو ہم نے بابرکت بنا رکھا ہے تاکہ ان کو ہم اپنے بعض عجائب دکھائیں، بیشک سمیع اور بصیر وہی اللہ تعالیٰ ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (۱۷-۱)

سُبْحٰنَ سے واضح ہے کہ وہ ذات ہر حد بندی سے بالاتر ہے جس نے اپنے نہایت برگزیدہ بندے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انوکھی سرفرازی سے نوازا۔

اَسْرٰی سے ثابت ہے کہ اتنا لمبا اور بلند سفر معجزانہ طور پر رات کی چند گھڑیوں میں انجام پاگیا۔

عَبْد سے یہ حقیقت ظاہر ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ شرف جیتی جاگتی حالت میں وارد ہوا۔ معراج عین جسمانی ہے، صرف روحانی نہیں، نہ اس میں شرکتِ الوہیت ہے۔

آیتِ مبارکہ میں معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تین مرحلوں کا ذکر ہے۔

پہلا اسریٰ ہے، مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک۔ تمام باقی انبیاء کرام علیہم السلام مقتدی ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام امام ہیں۔ یہ بشریتِ مطاہرہ کی معراج ہے ؎

نمازِ اقصیٰ میں تھا یہی سِرّ، عیاں ہوں معنیٔ اوّل و آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر، جو سلطنت آگے کر گئے تھے

دوسرا مرحلہ معراج ہے مسجدِ اقصیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ تک۔ مقامِ ملائکہ کرام سے ماوریٰ یہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقتِ ملکیت کی معراج ہے۔

سدرۃ المنتہیٰ سے آگے بڑھتے ہیں تو جبرائیل علیہ السلام عرض کرتے ہیں ؎

اگر یک سرِ موئے برتر پرم
فروغِ تجلیٰ بسوزد پرم

اعلیٰ حضرت اس منظر کو یوں پیش کرتے ہیں ؎

تھکے تھے روح الامیں کے بازو، چھٹا وہ دامن، کہاں وہ پہلو
رکاب چھوٹی، اُمید ٹوٹی، نگاہِ حسرت کے ولولے تھے

جہاں فرشتوں کی پرواز کی انتہا ہے، وہاں سے مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پرواز کی ابتدا ہے
پس تیسرا مرحلہ اعراج ہے۔ فوق العرش سے قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی تک۔
یہ حقیقتِ محمدیہ کی معراج ہے ؎

بڑھ اے محمد، قریں ہو احمد، قریب آ سرورِ ممجد
نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے
تبارک اللہ شان تیری، تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوشِ لن ترانی، کہیں تقاضے وصال کے تھے

حق تعالیٰ حسنِ مطلق ہے۔ کائنات میں ہر طرف جو حسن جا بجا موجود ہے اسی حسنِ مطلق کی جلوہ پاشی ہے، انسانی رُوح بے چین ہے۔ ہر رُوح اللہ کریم کی پھونکی ہوئی ہونے کے باعث اپنے اصل کی متلاشی ہے ؎

بشنو از نے چوں حکایت میکند   وز جدائی ہا شکایت میکند

صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے کہ حسنِ مطلق کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ایسے دیکھا جیسے دیکھنے کا حق ہے۔   آیتِ کریمہ : ۴۳

پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا	ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی
اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا، بلکہ اس سے بھی کم۔	فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی
اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی	فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى ۝
دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا	مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝
آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی	مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝

وحی بے واسطہ تھی :   (۵۳ - ۸)

علومِ شرائع و احکام	جن کی تبلیغ ہوئی
معارفِ الٰہیہ	خواص کے لیے
حقائق و معارف	جو اخص الخواص کو تلقین فرمائے

اسرار کہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ہیں، ان کا اور کوئی متحمل نہیں ؎

زباں کو انتظارِ گفتن، تو گوش کو حسرتِ شنیدن
یہاں جو کہنا تھا کہہ لیا تھا، جو بات سننی تھی سُن چکے تھے

چشمِ مبارک نے دیکھا	قلبِ مبارک نے تصدیق کی
آنکھ سے دیکھا	دل سے پہچانا

رؤیت و معرفت میں شک و شبہ نے راہ نہ پائی۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آسمانوں سے آگے تشریف لے گئے تو تجلیٔ ربانی حضور کی طرف متوجہ ہوئی اور حضور کو اپنے قرب سے نوازا۔

تحفۂ معراج

یارب تو کریمی و رسولِ تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میانِ دو کریم

بارگاہِ ایزدی میں نذر کیا کیا ؛

تمام قولی و فعلی اور مالی — اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ
عبادتیں — وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبٰتُ

انعام کیا پایا ؟

سلام — اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ
رحمتیں — وَرَحْمَةُ اللّٰهِ
برکتیں — وَبَرَكَاتُهٗ

ادھر سے تھیں نذرِ شہ نمازیں، ادھر سے انعام خسروی ہیں
سلام و رحمت کے ہار گندھ کر، گلوئے پُرنور میں پڑے تھے

ہمارے آقا بے حد کریم ہیں ایسے کریم کہ ع

نہیں، سنا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں ؛

حضور سے کبھی کوئی شے نہیں مانگی — مَا سُئِلَ شَيْئًا
گئی جس پر نہ فرمایا ہو۔ — فَقَالَ لَا

نہ رفت لا بزبانِ مبارکش ہرگز
مگر در اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

ان کا کرم اتنا ہے کہ ؛

میں بانٹتا جاتا ہوں — اَنَا قَاسِمٌ
اللہ تعالیٰ دیتے رہتے ہیں — وَاللّٰهُ يُعْطِيْ (متفق علیہ)

معراج میں اللہ کریم نے انعامات سے نوازا تو ازراہِ عنایت ہمیں بھی شامل فرمایا۔

عرض کیا ؛ مولیٰ تعالیٰ!

سلام ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر — اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ

گنہگاروں کو اَلسلامُ علینا کہہ کر اپنے دامن میں چھپالیا۔

نمازِ پنجگانہ کا تحفہ لائے۔ ہر چھوٹے اور بڑے سب کے لیے عام اور یکساں ہے

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز — نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے — تری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

نماز مومن کی معراج ہے۔

ذات ربانی کا جلوہ عام ہے ، صلائے عام ہے
جو چاہے حسنِ حقیقی کے جلووں سے جھولیاں بھر بھر کرلے جائے
تمام روئے زمین جلوہ گاہ ہے ، مومن کا سینہ طور ہے
انوار کی بارش ہے ، نور ہی نور ہے ، سرور ہی سرور ہے

معراج کیا ہے ؟ — بَلَغَ الْعُلٰى بِكَمَالِهٖ

بَلَغ ؛ مقصد کے آخری سرے پر فائز ہوئے
عُلیٰ ؛ بلند ترین مقام پر بلند ترین حیثیت میں پہنچے۔
کمال ؛ نبوت ، رسالت ، عبدیت کو عروج کے آخری نقطہ تک پہنچایا۔

ہر نوع میں کمالِ کلی۔ نہ ان جیسا عبد ممکن ، نہ ان کے بعد کسی نئے نبی اور رسول کا آنا ممکن۔ وہ بے مثال ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی ہر شے بے مثال ہے ؛

ان کا قرآن بے مثال — ان کا اسلام بے مثال
ان کا زمان بے مثال — ان کا مکان بے مثال
ان کی امت بے مثال — ان کی زبان بے مثال

معراج النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک تحفہ سورۃ بقرہ کی آخری آیات ہیں جن کی بے حد فضیلت ہے۔ یہ آیات قرآنی تعلیمات کا نہایت جامع خلاصہ ہیں؛ آیت مبارکہ ۴۴-۴۵

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ ۚ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ ۚ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۖ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ۝ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۗ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ ۖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا ۚ أَنتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝
(۲-۶-۲۸۵)

رسول ایمان لایا اس پر جو اس کے رب کی طرف سے اس پر اترا اور ایمان والے بھی؛ سب اللہ تعالیٰ پر؛ اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں اور ہم کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے اور عرض کرتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مانا۔ اے رب ہم معافی چاہتے ہیں۔ ہم نے تیری ہی طرف پھرنا ہے۔ اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا، مگر اس کی طاقت کے مطابق۔ اس کا فائدہ ہے جو اچھا کمایا اور اس کا نقصان ہے جو برا کمایا۔ اے رب ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں اور ہم پر بھاری بوجھ پر نہ ڈال جیسا تو نے ہم سے پہلے آنے والوں پر ڈالا۔ اور اے رب ہم سے وہ بوجھ نہ اٹھوا جس کی برداشت نہ ہو۔ ہمیں معاف فرما، ہمیں بخشش دے اور ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا کارساز ہے، ہمیں کافروں پر غالب کر۔

شیطان

شیطان موجود ہے۔

شیطان کا اصل شطن سے ہے جس کے معنی ہیں دور ہونا۔

شیطان خیرات اور مُلاء اعلیٰ کے مراتب سے دور کردیا گیا ہے۔

اللہ کریم نے فرمایا: آیتِ کریمہ: ۴۶

آدم کو سجدہ کرو
اِسْجُدُوا لِآدَمَ (۷-۱۱)

شیطان نے جواب دیا: آیتِ کریمہ: ۴۷

میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے بنایا
أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ ۝

اللہ کریم نے فرمایا: آیتِ کریمہ: ۴۸

یہاں سے اتر جا، تجھے نہیں پہنچتا کہ یہاں رہ کر غرور کرے۔ نکل تو ہے ذلت والوں میں
فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَن تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّاغِرِينَ ۝ (۷-۱۳)

چنانچہ شیطان رجیم ہے۔ رجیم کے معنی ہیں دھتکارا ہوا، سنگسار کیا ہوا۔ لفظ شیطان میں نون کو زائد قرار دیا جائے - یہ لفظ شاط سے ہے جس کے معنی ہیں غصہ سے جل جانا۔

شیطان آگ کے شعلہ سے پیدا کیا گیا ہے۔ آیتِ کریمہ: ۴۹

جن کو پیدا فرمایا آگ کے خالص بے دھوئیں والے شعلے سے — خَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۞ (۵۵-۱۰)

اسی لیے شیطان میں غصہ ہے، غضب ہے، اشتعال ہے، حسد ہے، سرکشی ہے، تکبر ہے۔ اسی لیے تو اس نے حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرنے سے انکار کیا۔

شیطان ہی کا ایک نام اِبْلِیْس ہے۔

ابلیس وہ ہے جو بالکل نا امید ہو کر غمگین رہے۔ شیطان اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہے، اسے مغفرت کی آس نہیں۔

شیطان ہمارا کھلا دشمن ہے — عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ

شیطان سے جنگ ضروری ہے۔ کیوں؟

بندہ کا کام ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور نیکی بجالانا۔

عبادت سے اور نیکی سے شیطان کو چڑ ہے۔ ان سے وہ بھڑک اٹھتا ہے اور بندے کو گمراہ کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتا۔

شیطان کے ساتھ جنگ کرنا آسان نہیں سخت مشکل ہے، اس لیے کہ:

وہ ہمیں دیکھتا ہے اور نشانہ پر تیر چلانے کے درپے رہتا ہے، ہم اسے دیکھ نہیں سکتے۔ وہ فارغ ہے، ہم پر وار کرنے کے سوا اس کا کوئی اور شغل نہیں۔ ہم مشغول ہیں، طرح طرح کے دھندوں میں گرفتار ہیں۔

وہ ہمیں گمراہ کرنے میں ہر آن کمربستہ ہے۔ کبھی ہمیں بھولتا نہیں، ہم اسے فراموش کر بیٹھتے ہیں۔ شیاطین کی منظم جماعت ہماری عداوت کے لیے اس کے ساتھ ہے۔

اس طرف یہ حال ہے ہمارا نفس اور ہماری خواہشات شیطنت میں اس کے ساتھ ہیں، گویا خود ہمارے وجود کے اندر شیطان کے ساتھی موجود ہیں۔

نتیجہ یہ ہے کہ: حدیث پاک: ۸

بے شک شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح جاری ہے۔ — اِنَّ الشَّیْطَانَ یَجْرِیْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَی الدَّمِ

(متفق علیہ)

شیطان کے ساتھ کامیاب جنگ کے لیے کئی ایک اقدام درکار ہیں:

اوّل: شیطان کے حیلوں کی پہچان تاکہ ان سے اپنا دامن بچائے رکھے۔

دوم: شیطان کو منہ نہ لگاؤ، اسے کتے سے زیادہ پلید اور ذلیل سمجھ کر اس سے دور رہو۔

سوم: اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۞

اللہ کریم کی پناہ مانگتے رہو، شیطان مردود سے، ہمیشہ حق پر نظر رکھو۔

اللہ کریم کا فضل ہمارے شامل حال ہے۔

چہارم: اللہ کریم کا ذکر کثرت سے کرو، شیطان کے لیے اللہ تعالیٰ کا ذکر اتنا تکلیف دہ ہے جتنی انسان کے لیے خارش۔ آیتِ کریمہ: ۵۰

اللہ تعالیٰ ہی بہترین محافظ ہے — فَاللّٰہُ خَیْرٌ حَافِظًا

(۱۲-۶۴)

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے دل پر ایک فرشتہ بٹھا رکھا ہے۔ یہ مُلْهِمْ ہے اور ہمیں نیکیوں کا الہام کرتا ہے اور نیکیوں کی طرف بلاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسا ضمیر دیا ہے کہ نیکی سے اس کا دل اطمینان پکڑتا ہے، بدی دل میں کھٹکتی ہے۔ انسان ضمیر کے مطابق چلے تو ہمیشہ نیکی اپنائے، بدی کے قریب تک نہ جائے۔

ابلیس کے حربے

یاد رکھیے شیطان انسان کو عبادت اور طاعت سے روکنے کے لیے کئی ایک حیلے اختیار کرتا ہے۔

اول: سرے سے طاعت کی طرف آنے ہی نہیں دیتا۔

دوم: التوا کی ترغیب دیتا ہے، انسان طاعت سے باز نہ آتے تو شیطان ورغلاتا ہے کہ آج چھوڑ دو، کل کر لینا۔

سوم: جلدی کرنے پر اکساتا ہے، طرح طرح کے کام یاد دلاتا ہے اور ان کی اہمیت پر زور دیتا ہے، پڑھاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنی ہی ہے، تو جلدی جلدی نپٹاؤ تاکہ ضروری کام کی طرف توجہ دے سکو۔

چہارم: ریا کی طرف مائل کرتا ہے، نمود و نمائش، شیخی اور دکھاوے کا جذبہ ابھارتا ہے۔

پنجم: عُجب کا سبق پڑھاتا ہے کہ دیکھ تو سہی کیسے پکے نمازی ہو، کون ہے، جو تیری برابری کا دعوے کرے۔

ششم: شہرت اور ناموری کا چسکا دیتا ہے، تمنا شہرت کی ہوتی ہے نہ کہ نیکی برائے نیکی کی۔ عوام میں مقبولیت کا لالچ دیتا ہے۔

ہفتم: یہ وسوسہ دل میں ڈالتا ہے کہ تمام فیصلے روزِ اول ہی سے ہو چکے ہیں، جو جنتی ہے وہ جنتی ہے جو جہنمی ہے وہ جہنمی ہے۔ عبادات اور طاعات کے تکلفات فضول ہے۔

خنّاس

خَنّاس وہ شیطان ہے جو وسوسے دل میں ڈالتا ہے۔ اللہ کریم کے ہاں وسوسہ انداز مردود ہے۔ قرآن حکیم کی تعلیم ہے:

آیتِ کریمہ ۵

کہیے اس کی پناہ میں آیا جو سب لوگوں کا رب، سب لوگوں کا بادشاہ، سب لوگوں کا معبود ہے۔ اس کے شر سے جو دل میں بُرے خطرے ڈالے اور دبک رہے، وہ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں جن اور آدمی۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ
مَلِكِ النَّاسِ ۙ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ
مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۙ
الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ
صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ مِنَ
الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۵ ع (۱۱۴-۱)

شیاطین غافل انسانوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں۔ شیطان جنوں میں سے بھی ہوتا ہے اور انسانوں میں سے بھی جو شیطان انسانوں میں سے ہیں، ناصح بن کر آدمیوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نہ باید داد دست

وَسْوَاسِ الْخَنَّاس کی تفسیر میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیطان کے وسوسوں کی حد نہیں۔ اکثر شیطان بدی کی طرف بلاتا ہے، کبھی نیکی کی دعوت بھی دیتا ہے۔ اس میں بھی مقصد انسان کا نقصان ہوتا ہے، مثلاً کہے گا فلاں کی بیمار پرسی کر لو، نماز پھر پڑھ لینا۔ پھر کہے گا فلاں محتاج کو روٹی کا ٹکڑا دے دو۔ ساتھ ہی ورغلائے گا کہ اس سے ٹھٹھا مخول کر کے کیوں نہ طبیعت بہلا لو۔

یہ شیطان ہی کا کام ہے کہ عام لوگوں کے دل میں ایسی باتیں ڈالتا ہے جو ان کی سوجھ بوجھ سے باہر ہوتی ہیں، جیسے الوہیت اور نبوت کے اسرار، روزِ قیامت اور قضا و قدر کی تحقیق، صحابہ کرام کے بارے میں نکتہ چینی، تھوڑی سی عبادت پر غرور، اللہ کریم کے رحم و کرم سے مایوسی، توہمات، قرأت کو راگ بنانا، حرام باتوں میں مال اڑانے کو اچھا دکھانا۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کو مفلسی کا باعث سمجھنا۔

حرص و ہوا اور بے کار قسم کی لمبی لمبی امیدیں باندھتے چلے جانا۔

یاد رکھیے بے پر کی اڑانا بھی شیطان کو خوش کرنا ہے۔

افواہیں پھیلانا

حضرت عبداللہ بن مسعود راوی ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: حدیث پاک: ۱۰

شیطان آدمی کے بھیس میں کام کرتا ہے، وہ لوگوں کے پاس آکر جھوٹی باتیں بیان کرتا ہے پھر لوگ جدا جدا ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک آدمی کہتا ہے۔ میں نے یہ بات ایک آدمی سے سُنی ہے، جس کا چہرہ پہچانتا ہوں نام نہیں جانتا۔

إِنَّ الشَّيْطَانَ يَسْتَعْمِلُ فِي صُورَةِ الرَّجُلِ فَيَأْتِي الْقَوْمَ فَيُحَدِّثُهُمْ بِالْحَدِيثِ مِنَ الْكَذِبِ فَيَتَفَرَّقُونَ فَيَقُولُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ سَمِعْتُ رَجُلًا أَعْرِفُ وَجْهَهُ وَلَا أَدْرِي مَا اسْمُهُ يُحَدِّثُ

(مسلم شریف)

اسی طرح ہر سُنی سنائی بات کو نقل کر دینا بھی بُرا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: حدیث پاک: ۱۱

آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا کافی ہے کہ جو سُنے نقل کرے

كَفَىٰ بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ

(مسلم شریف)

یہ تحقیق کرنے کی تکلیف نہ کرے کہ بات سچی ہے یا نہیں۔

تبلیغ اور نشر و اشاعت اچھی اور سچی بات کی ہونی چاہیے۔

مقصد اصلاح اور امن و امان ہونا چاہیے۔

خواہ مخواہ خوف و ہراس اور فتنہ و فساد بپا کرنے سے کیا حاصل؟

اس وقت تک آپ ۵۷ آیاتِ بینات اور ۳۷ احادیث مبارکہ پڑھ چکے ہیں۔ سب کو بار بار پڑھیے اور ان کے معانی اور مطالب کو اچھی طرح سمجھیے۔

کتنی آیاتِ بینات اور احادیث مبارکہ آپ نے زبانی یاد کی ہیں؟

اعادہ

۱۔ اللہ کریم کا ذکر کیوں ضروری ہے؟

۲۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیسے کیا جاتا ہے؟

۳۔ جمع ہو کر ذکر کرنے کے کیا فائدے ہیں؟

۴۔ قرآن پاک کے وہ معجزے کیا ہیں جن کو مانے بغیر چارۂ کار نہیں؟

۵۔ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ کا مطلب بیان کیجیے۔

۶۔ قرآن پاک پر عمل کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

۷۔ اسم پاک "محمدؐ" (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معانی کیا ہیں؟

۸۔ آقائے دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کیوں کسی نبی کا آنا ممکن نہیں؟

۹۔ نبی کس طرح فوق البشر ہوتا ہے؟

۱۰۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کس طرح سِرَاجًا مُّنِيرًا ہیں۔

۱۱۔ کوئی امتی کیوں اپنے نبی کریم کے برابر نہیں ہو سکتا۔

۱۲۔ معراج کیا ہے؟

۱۳۔ بَلَغَ الْعُلٰى بِكَمَالِهِ کے معنی لکھیے!

۱۴۔ معراج کے وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ کریم کے حضور کیا نذر پیش کی؟

۱۵۔ اللہ کریم نے اپنے حبیب پاک کو کیا کیا تحفے عنایت فرمائے؟

۱۶۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى کی تشریح کیجیے!

۱۷۔ شیطان کیا ہے؟

۱۸۔ شیطان کیوں راندۂ درگاہ ہوا؟

۱۹۔ شیطان کے مکر و فریب سے بچنے کے کیا طریقے ہیں؟

۲۰۔ انسانی شیطان سے کیا مراد ہے؟

ذِكْرُ خَيْرِ الْأَنَامِ

عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

آیت کریمہ ۱

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ ط

أَفَلَا تَعْقِلُونَ ٥ (١٠-١٦)

تو میں اس سے پہلے تم میں ایک عمر گزار چکا ہوں
تو کیا تمہیں عقل نہیں

اس باب میں ۵۲ آیات بینات اور ۱۱ احادیث مبارک ہیں۔ بار بار پڑھیے اور ان کے معانی و مطالب کو اچھی طرح سمجھیے۔ آیات اور احادیث کو زبانی یاد کیجیے۔

ولادتِ باسعادت

موسمِ بہار میں بارہ ربیع الاوّل، دوشنبہ کے دن، فجر کے وقت، مکہ معظمہ میں

بصد انداز یکتائی، بغایت شانِ زیبائی
امیں ہوکر امانت آمنہ کی گود میں آئی

ربیع موسمِ بہار کو عربی میں کہتے ہیں۔ ربعی وہ بچہ ہے جو موسم بہار میں پیدا ہو۔ مہینہ بھی ربیع الاوّل۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

رَبِیْعٌ فِیْ رَبِیْعٍ فِیْ رَبِیْعٍ
وَنُوْرٌ فَوْقَ نُوْرٍ فَوْقَ نُوْرٍ

اعلیٰ حضرت نے اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے ؎

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بُو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا
جو گدا دیکھو لیے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں ہے توڑا نور کا
چاند جھک جاتا جدھر انگلی اُٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا
کٓ گیسو ہٰ دہن یٰ ابرو آنکھیں عٓ صٓ
کٓھٰیٰعٓصٓ ان کا ہے چہرہ نور کا

ولادتِ مبارکہ اس شان سے ہوئی کہ ہاتھ زمین پر رکھے تھے، سر آسمان کی طرف
اتے ہوئے تھے۔ یہ دلیل علو مرتبہ کی تھی۔ بدن مبارک پاک صاف خوشبو میں لپٹا ہوا
ن، ناف بُریدہ، آنکھیں سرمگیں، چہرہ انور بدر منیر۔

لَمْ یَخْلُقِ الرَّحْمٰنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ
اللہ رحمٰن نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کبھی پیدا نہیں کیا

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں؛

وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَیْنِیْ
وَاَکْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّاءً مِّنْ کُلِّ عَیْبٍ
کَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

قبلۂ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب فرماتے ہیں؛

سُبْحَانَ اللہِ مَا اَجْمَلَكَ مَا اَحْسَنَكَ مَا اَکْمَلَكَ

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

وَصَلَّی اللہُ عَلٰی نُوْرٍ، کز و شد نورہا پیدا
زمیں در حُبِّ اُو ساکن، فلک در عشق اُو شیدا

والد بزرگوار پہلے ہی اللہ کو پیارے ہو چکے تھے۔ دادا عبدالمطلب اس وقت خانہ کعبہ میں تھے۔ پوتے کی ولادت کی اطلاع پاتے ہی واپس لوٹے۔ بہت خوش ہوئے۔ آنحضور
ﷺ الصلوٰۃ والسلام کو بیت اللہ شریف لے گئے اور دُعا کی۔

ساتویں دن قربانی کی۔ تمام قریش کو دعوت دی۔

لوگوں نے پوچھا، پوتے کا نام کیا ہے؟ کہا، مُحمّد صلی اللہ علیہ وسلم،
لوگ متعجب ہوئے۔ بولے، یہ نام پہلے نہیں سُنا گیا۔

عبدالمطلب نے کہا تمنا ہے کہ میرا بچہ دنیا بھر کی تعریف کے قابل ہو۔

حامد و محمود و ممدوحِ خدا

بجز محمد نیست در ارض و سما

ثویبہ ایک لونڈی تھی، اس نے دوڑ کر ابولہب کو خوشخبری دی۔ اس نے انگلی کے اشارے سے اسے آزاد کر دیا۔ ہر دوشنبہ کو اسی انگلی سے ایک خاص قسم کی نمی رستی ہے جس کے چوسنے سے ابولہب کے عذاب میں کمی ہو جاتی ہے۔

مکہ معظمہ میں قحط پڑ گیا، لوگ پریشان ہوئے۔ ابوطالب کے پاس آئے ابوطالب گھر سے نکلے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ساتھ لیا، پیٹھ کعبہ سے لگائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گود میں لیا۔ آپ نے پیاری پیاری انگلی آسمان کی طرف اٹھائی۔ اشارہ کرنا تھا کہ بادل گھر آئے۔ بارش ہوئی اور خوب ہوئی۔ مطلع نکھر گیا، جل تھل کا سماں ہو گیا، جنگل منگل ہو گیا، آبادیاں اور وادیاں دُھل گئیں اور سرسبز ہو گئیں۔

ابوطالب پکار اٹھے میرا بچہ بارانِ رحمت کا باعث ہے۔

یہ غریبوں کا مولیٰ ہو گا اور یتیموں کا ملجا
فقیروں کا ملجا ہو گا، ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی ہو گا، غلاموں کا آقا
غیروں کے کام آئے گا، اپنوں کا غم کھائے گا۔

آپ کے وسیلہ جمیلہ سے بلائیں ٹلتی رہی ہیں اور ٹلتی رہیں گی ۔

اگر نامِ محمد را نیاوردے شفیع آدم!
نہ آدم یافتے توبہ، نہ نوح از غرق نجّینا
نہ ایوب از بلا راحت، نہ یوسف حشمت و شوکت
نہ عیسیٰ آں مسیحا دم، نہ موسیٰ آں یدِ بیضا! (مولانا جامی)

ذاتِ اقدس

آیتِ مبارکہ: ۲

عزت اللہ تعالیٰ کی ہے اور اس کے رسول کی اور مومنوں کی۔ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (۶۳-۸)

کائنات کی سب سے بڑی ہستی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنھوں نے دس برس کی قلیل مدت میں قرآنی تعلیمات کے مطابق نظامِ مصطفیٰ، حکومتِ الٰہیہ، ضابطۂ قوانین، ایک اچھوتے فلسفۂ اخلاق اور ایک ممتاز تمدن کی بنا رکھی۔

کامرانیوں کا سبب آنحضور کی ذات والاصفات، آنحضور کا حسنِ اخلاق اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اعلیٰ تعلیمات ہیں۔ ان اعلیٰ اوصاف کی وجہ سے صحابہ کرام آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دل و جان سے فدا تھے اور ہر حکم کی تعمیل پر مرمٹتے تھے۔

صلح حدیبیہ کے بعد عروہ بن مسعود ثقفی نے اپنی قوم کو بتایا:

"اے قوم! خدا کی قسم! مجھے بادشاہوں کے دربار میں جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار دیکھے ہیں۔ واللہ! میں نے ہرگز کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے درباری اس کی تعظیم کرتے ہوں، جتنی اصحاب محمد، حضرت محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی کرتے ہیں۔"

ذاتِ اقدس صحت و ثبات کے لحاظ سے دستِ قدرت کا بے مثال شاہکار ہیں۔

چہرۂ انور روئے مبارک جمالِ الٰہی کا مظہر، بدرِ منیر سے زیادہ روشن۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک چودھویں رات کے چاند کی مانند اندھیروں کو زائل کرنے والا۔

مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ رونق افروز ہوئے تو نوعمر بچیوں نے طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا گا کر آپ کا خیر مقدم کیا۔

وہ چہرۂ مبارک جسے دیکھتے ہی عبداللہ بن سلام ایمان لانے سے پہلے پکار اٹھے؛
ان کا چہرہ جھوٹے کا چہرہ نہیں وَجْهُهٗ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ۔
صرف چہرۂ اقدس کے نور کی تاثیر سے ان کا دل ایمان سے منور ہو گیا۔
رُوئے مبارک کے پسینہ کی بوندیں سچے موتیوں سے زیادہ تاب دار اور مشک سے زیادہ عطر بار۔

سرِ اقدس سر بڑا، مگر اعتدال اور مناسبت کے ساتھ۔ بال خوب کالے، نرم، لمبے، گھنے، ہلکا خم لیے ہوتے۔ آخر عمر میں سرِ مقدس اور ریش مبارک میں بیس کے قریب سفید بال نہایت دل کش منظر پیش کرتے۔
کان مبارک نرم نرم لمبے سیاہ بالوں سے نکلے ہوئے ایسے محسوس ہوتے جیسے بادلوں کی سیاہی کے اندر سے ستارے چمک رہے ہوں۔ اذنین مبارک کامل و تام۔ قوتِ سماعت بدرجۂ غایت۔
وہ سُن پاتے جو دوسرے نہ سُن سکتے اَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ ؕ

دہنِ مُبارک دہنِ مبارک لطافت و نزاکت کے ساتھ کشادہ اور اعتدال کے ساتھ فراخ۔ صفت یہ کہ؛
سوائے حق کے کچھ نہیں کہتا لَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا۔
اور شان یہ ہے کہ؛
کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ
وہ تو نہیں، مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى۔
زبان کُن اور اسرارِ غیب کی کنجی۔
دندانِ مبارک کشادہ اور تاباں۔ کلام فرماتے تو سامنے کے دانتوں سے نور نور نکلتا دکھائی دیتا۔ تبسم فرماتے تو دیواریں روشن ہو جاتیں۔

لبِ شیریں پتلی پتلی گلِ قدس کی پتیاں، گفتگو نہایت شیریں و شستہ، آواز بلند اور دل آویز، ایک ایک فقرہ الگ، صاف اور واضح۔ جہاں تک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پہنچتی کسی اور کی آواز نہ پہنچ سکتی۔ خطبوں میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آوازِ مبارک گھروں میں پردہ نشین عورتوں کو پہنچ جایا کرتی۔ حضرت امِ ہانی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانۂ کعبہ میں قرآن پڑھتے، تو ہم گھروں میں سنتے رہتے۔
ایک دن حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجدِ نبوی کے منبر پر رونق افروز ہوئے فرمایا خطبہ سننے کے لیے بیٹھ جاؤ۔ اس آواز کو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گھر میں سُن لیا اور وہیں دو زانو ہو کر بیٹھ گئے۔
کلام فرماتے، تو یوں محسوس ہوتا کہ بارانِ رحمت کا نزول ہو رہا ہے، ہر لفظ لڑی کا موتی۔ اتنا واضح کہ پاس بیٹھنے والا ساتھ کے ساتھ ہی یاد کر لیتا، لکھنے والا لکھ لیا کرتا، جو گننا چاہتا گن لیا کرتا۔ جوامع الکلم، افصح الخلق، جو فرماتے سراسر حُسنًا جو کہتے قَوْلًا لَّيِّنًا جو حکم دیتے قَوْلًا سَدِيْدًا جو بات کرتے قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کلام شروع فرماتے، تو ہم نشین اس طرح سر جھکا لیتے کہ گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں۔ (شمائل ترمذی)
سب اپنی آوازیں پست کر لیتے اور تعظیم و توقیر کی وجہ سے کوئی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تیز نگاہی سے نہ دیکھ سکتا تھا۔ جب کوئی حکم فرماتے تو صحابہ کرام تعمیل کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے۔ (زرقانی)

جبینِ مُبارک پیشانی کشادہ مِصْبَاحُ الدُّجٰى رات کے اندھیرے میں ایسا محسوس ہوتا جیسے سورج ہے جس سے کرنیں پھوٹ رہی ہیں۔

بینیٔ مُبارک بینی خوش نما اور دراز، سرسری طور پر دیکھنے میں بلند ہما لگتی بلندی تو وہ نور تھا جو بینی مبارک کو گھیرے ہوتے تھا۔

قوتِ شامہ نہایت تیز، خوشبو سے پیار، بدبو سے نفرت۔ ایک دفعہ گرمی تھی، جمعہ کا دن تھا۔ لوگوں نے پشمینہ پہن رکھا ہوا تھا، پسینہ بہہ رہا تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے، بُو محسوس کی، فرمایا، لوگو! جب یہ دن آئے تو غسل کر لیا کرو جو بہترین تیل اور خوشبو میسر آسکے لگایا کرو بدبودار شے مثلاً لہسن یا پیاز کھا کر مسجد میں آنے سے منع فرمایا۔

چشمانِ مبارک

آنکھیں بڑی بڑی، قدرتِ الٰہی سے سرگیں، دونوں کی سفیدی میں باریک سرخ ڈورے، پلکیں دراز اور خوشنما۔ پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ شرم وحیا والی۔ کثرتِ حیا کی وجہ سے کسی کے چہرے پر نظر نہ جماتیں۔

بصر کا یہ وصف تھا کہ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ۔ (۵۳-۱۷)

شبِ معراج میں بھی نہ ہٹی نہ بڑھی، یعنی ان آیات کے دیکھنے سے عدول وتجاوز نہ کیا جن کے دیکھنے کے لیے مامور تھیں۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوتِ بصارت کا یہ عالم تھا کہ جس شے کو دیکھتے خواہ وہ غایت درجہ اخفاء میں ہوتی، اسے یوں ادراک فرماتے جس طرح وہ درحقیقت ہوا کرتی۔

پیچھے سے ایسا دیکھتے جیسا کہ آگے سے دیکھتے۔ رات کے اندھیرے میں ایسا ہی دیکھا کرتے جیسا کہ دن کی روشنی میں۔ سوتے میں ایسا دیکھتے جیسے جاگتے میں۔

غزوۂ احزاب میں خندق کھودتے وقت ایک چٹان حائل ہوئی ـــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کدال کی تین ضربوں سے اڑا دیا۔ پہلی ضرب پر فرمایا کہ میں شام کے سرخ محل دیکھ رہا ہوں۔ دوسری ضرب پر فرمایا کہ میں کسریٰ کا سفید محل دیکھ رہا ہوں۔ تیسری ضرب پر فرمایا کہ میں یہاں سے ابوابِ صنعاء کو دیکھ رہا ہوں۔

نگاہیں نیچی رکھتے، نظر مبارک آسمان کی نسبت زمین کی طرف زیادہ رہتی۔ بازار میں جاتے ہوتے بھی نگاہیں اوپر نہ اٹھاتے۔

گردن اور کندھے

گردن مبارک اعتدال کے ساتھ طویل، چاندی کی طرح سفید کَاَنَّ عُنُقَهٗ اِبْرِیْقُ فِضَّةٍ گویا چاندی کی سراحی۔

کندھے کشادہ، ایسے جیسے چاندی کے ڈھلے ہوئے۔ لوگوں میں رونق افروز ہوتے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کندھا سب سے اونچا ہوتا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے کندھوں پر چڑھایا تو یہ عالم تھا کہ :

اگر میں چاہتا تو افق آسمان تک پہنچ جاتا اَنِّیْ لَوْ شِئْتُ نِلْتُ اُفُقَ السَّمَآءِ۔

سینہ وقلبِ مبارک

سینہ مبارک کشادہ، قدرے ابھرا ہوا، علوم اور معارفِ الٰہیہ کا گنجینہ، قلبِ مبارک، وہ پہلا قلب جس میں اسرارِ الٰہیہ اور معارفِ ربانیہ ودیعت رکھے گئے۔ آیتِ کریمہ

اللہ رحمٰن ہی نے قرآن کی تعلیم دی۔ اسی نے انسان کو پیدا کیا۔ اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ (۵۵-۱-۲-۳)

قرآن کریم فلاحِ دنیوی واخروی کا جامع ترین دستور العمل۔ اس کا نزول اور اس کی تعلیم، شانِ رحمانیت کا سب سے پہلا اور بڑا مظہر۔ صاحبِ قرآن کا قلبِ مبارک معارفِ الٰہیہ کا پہلا منبع اور مصدر۔ اسی لیے ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

کیا ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ۔

جو اسرار اور معارف آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب مبارک میں ودیعت رکھے گئے وہ کسی اور کو عطا نہیں ہوئے۔ نہ کوئی قلب اس بارِ عظیم کا متحمل ہو سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قلب مبارک ہر وقت اور ہر آن معارفِ ربانی کا خزینہ ہے۔ فرمایا،

میری آنکھ سو بھی جاتی ہے تو قلب نہیں سوتا۔ تَنَامُ عَیْنَایَ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ۔

لوگ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں علم و عرفان سے خالی آتے اور علم و معرفت کی دولت سے مالامال ہو جاتے ۔ ع اُمّی و دقیقہ دانِ عالم

ارسطو کی حکمت ہے طیبہ کی لونڈی

فلاطون طفلِ دبستانِ احمد

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا، اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکا

وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

شکمِ مُبارک آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سوء البطن والصدر تھے۔ سینہ اور شکم ہموار تھے۔ نہ سینہ شکم سے نہ شکم سینہ سے بلند۔ پشت مبارک صاف اور سفید۔ ہر دو شانوں کے درمیان مہرِ نبوت، نشان عجیب اور سرِ عظیم سے

نبوت را توی آں نامہ در پشت

کہ از تعظیم دارد مہر بر پشت

دستِ مُبارک بازو پر گوشت، ہتھیلیاں کشادہ، انگلیاں بھی لمبی۔ کفِ دست ریشم سے بڑھ کر نرم، مشک سے بڑھ کر مہک دار۔ کوئی شخص مصافحہ کرتا تو اس کے ہاتھ کستوری سے زیادہ خوشبودار ہو جاتے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی بچے کے سر پر دستِ شفقت پھیرتے، تو وہ بچہ خوشبو کے باعث دوسرے بچوں سے پہچانا جاتا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم یمن کے گورنر مقرر ہوتے، عرض کیا یا رسول اللہ! ناتجربہ کار ہوں، مقدمات کے فیصلے کیسے کروں گا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک ان کے سینے پر مارا اور دعا فرمائی:

اے اللہ! اس کے دل کو ہدایت پر اور زبان کو حق پر ثابت رکھ۔ — اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَلْبَهٗ وَثَبِّتْ لِسَانَهٗ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

خدا کی قسم اس وقت سے تا دمِ حیات مقدمات کا فیصلہ کرنے میں شک نہیں ہوا — فَوَالَّذِیْ خَلَقَ الْحَبَّةَ فَمَا شَكَكْتُ فِیْ قَضَاءٍ بَیْنَ الْاِثْنَیْنِ

یہ وہ ید قدرت ہے جسے ہر چیز کی کنجیاں دی گئیں۔ اُوْتِیْتُ مَفَاتِیْحَ كُلِّ شَیْءٍ

وہ دستِ کرم کہ کوئی سائل دروازے سے محروم نہ پھرتا۔ آیتِ کریمہ:

فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝

ع یتیموں کا والی، غریبوں کا مولیٰ

وہ دستِ شفا کہ جن کے چھونے سے بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عتیک کی پنڈلی ٹوٹ گئی۔ انہوں نے اسی وقت گرم گرم اپنے عمامہ سے باندھ لی اور رحمتِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اپنا پاؤں پھیلاؤ۔ میں نے اپنا پاؤں پھیلایا — اُبْسُطْ رِجْلَكَ فَبَسَطْتُ رِجْلِیْ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ پھیرا — فَمَسَحَهَا فَكَاَنَّمَا لَمْ اَشْتَكِهَا قَطُّ

دستِ شفا کے پھیرتے ہی میری پنڈلی ایسی ہو گئی کہ کبھی ٹوٹی ہی نہ تھی۔

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں آپ سے بہت کچھ سنتا ہوں مگر بھول جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اُبْسُطْ رِدَاءَكَ اپنی چادر پھیلا دو۔ میں نے پھیلا دی۔ آپ نے دونوں ہاتھ بھر بھر کر اس میں ڈال دیے۔ پھر فرمایا: اسے سینے سے لگا لے۔ میں نے ایسا ہی کیا فَمَا نَسِیْتُ شَیْئًا بَعْدُ۔ اس کے بعد میں کبھی کچھ نہیں بھولا۔ وہی دستِ مبارک کہ مشتِ خاک کفار پر پھینکی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، آیتِ کریمہ:

اور آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی جبکہ وہ پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی۔ — وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی۔ (۸ - ۱۷)

قد اور قدم مُبارک

قد مبارک میانہ مائل بہ درازی، لوگوں کے ساتھ ہوتے تو سب سے سرفراز، باطن کی طرح ظاہر میں بھی کوئی آپ کا ہمسر نہ تھا۔

پائے مبارک سطبر، پرگوشت، نرم اور صاف پنڈلیاں لطیف و نازک گویا شحم النخل (کھجور کا گابھا) چلتے تو قدم مبارک کو قوت، وقار اور تواضع سے اٹھاتے جیسا کہ اہل ہمت کا شیوہ ہے۔ آگے کی جانب ذرا جھک کر چلا کرتے۔ گویا اونچی جگہ سے نشیبی جگہ کی جانب اتر رہے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے قدم آرام سے اٹھاتے، متکبرانہ انداز کا شائبہ تک نہ ہوتا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ چلنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا معلوم ہوتا کہ زمین آپ کے لیے لپٹتی جاتی ہے۔ صحابہ کرام دوڑا کرتے اور تیز چلنے میں مشقت اٹھاتے، حالانکہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آسانی کے ساتھ بے تکلف چل رہے ہوتے۔

عزم، شجاعت، قوت

عزم کا معنیٰ کسی کام کو قطعی اور حتمی طور پر کرنے کا ارادہ کرنا ہے۔ شجاعت سے مفہوم انتہائی خطرناک مقامات پر بے دھڑک چلے جانا ہے۔ قوت سے مراد بدنی طاقت اور استعداد و صلاحیت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہی اوصاف انسانیت کا اعلیٰ جوہر ہیں اور اخلاق کا سنگِ بنیاد ہیں، استقلال، ثابت قدمی، حق گوئی، راست روی امر بالمعروف نہی عن المنکر کا دارو مدار اور توفیق عزم، شجاعت اور قوت پر ہی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والا صفات میں یہ خصائص بدرجہ اتم موجود تھے۔

عرب کے سنگلاخ کفرستان میں تنہا دعوتِ حق کے لیے کھڑا ہو جانا اور دنیوی و مادی وسائل کی مطلق پروا نہ کرتے ہوئے بے پناہ طاغوتی طاقتوں کے خلاف ڈٹ جانا اٹل ارادہ کا بیّن ثبوت ہیں۔ جنگ بدر میں گنتی کے بے سروسامان مسلمان کفار کے مسلح جم غفیر کے مقابلے میں آپ ہی قیادت میں معرکہ آرا ہوتے، بپھرے ہوئے دشمن کے مقابلہ میں سمٹ سمٹ کر وہ آنحضور ہی کے پہلو میں پناہ لیتے تھے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جنگ آزمائی میں سارے مجاہدین سے پیش پیش تھے۔

کسی غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے کہ ایک کافر آیا تلوار سونت کر بولا؛ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اب تمہیں کون بچائے گا؟ فرمایا: اللہ! اس جرأتِ صادقہ سے کافر پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔

حقیقت یہ ہے کہ کوئی ایسا بہادر دیکھا نہیں گیا جس نے آپ کے مقابلے میں شکست نہ کھائی ہو۔ قوتِ بدنی کا زمانہ معترف۔ غزوۂ احزاب میں خندق کھودی جا رہی تھی۔ ایک سخت چٹان حائل ہوئی۔ صحابہ عاجز آ گئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس خندق میں اترے۔ کدال کی ایک ہی ضرب سے چٹان کو ریت کا ڈھیر بنا دیا۔

رکانہ قریش میں سب سے طاقتور پہلوان تھا۔ کہنے لگا آپ کشتی میں مجھے پچھاڑ دیں تو مان جاؤں گا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پکڑا اور چاروں شانے چت گرا دیا۔ کہنے لگا دوبارہ کشتی لڑیں۔ دوسری مرتبہ بھی آپ نے پچھاڑ دیا۔ چلا اٹھا محمد! خدا کی قسم! آپ کا مجھے دے مارنا بڑا عجیب ہے۔

ابوالاسود جمحی بھی مشہور پہلوان تھا۔ گائے کی کھال پر کھڑا ہو جاتا تو دس جوان اس کھال کو پاؤں سے نیچے سے نہ نکال سکتے۔ اس نے کہا کہ اگر محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے ہرا دیں تو میں ایمان لے آؤں گا۔ آپ نے پکڑتے ہی اسے چاروں شانوں چت گرا دیا۔

استقامت اور مداومت

استقامت یہ ہے کہ حق پر ثابت قدم رہے، ہر خطرے کو برداشت کرے، مگر حق سے منہ نہ موڑے۔ مداومت یہ ہے انسان اپنے لیے اخلاقِ حسنہ کا جو پہلو اختیار کرے۔ اس پر شدت اور تواتر کے ساتھ اس طرح پابند رہے کہ وہ عمل اس کی فطرتِ ثانیہ بن جائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ استقامتِ حال اور مداومتِ عمل کا بے مثال نمونہ ہے۔ فرمایا: اِنَّ اَحَبَّ الْعَمَلِ اِلَی اللّٰہِ اَدْوَمُہٗ۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب وہ عمل ہے جس پر سب سے زیادہ مداومت کی جائے۔

آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کام کیا جس طرح کیا جس وقت کیا، اس میں کبھی تخلف نہ ہوا۔ نماز، تسبیح، تہلیل، نوافل، خواب، بیداری دیگر معمولات کی ادائیگی اوران کے کرنے کے طرزِ انداز میں کبھی سرِ مو فرق نہیں آیا۔ عام امور میں بھی اسی عادتِ کریمہ کا اظہار ہوتا۔ جریر بن عبداللہ راوی ہیں کہ مجھے دیکھ کر آنحضور محبت سے مسکرادیا کرتے تھے۔ ایسا کبھی نہ ہوا کہ میں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا نہ دیا ہو۔

دینِ اسلام میں عمل کی جو مؤثر تعلیم قیامِ صلوٰۃ کی صورت میں ہے، دنیا بھر کے مذاہب میں اس کی مثال نہیں۔ ہر چند کہ کفار کی جفا بڑھتی رہی، آپ کی استقامت میں تغیر نہ آیا۔ زبانِ مبارک سے فرمایا: اَللّٰھُمَّ اِھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

کفار کی ایذا رسانیوں سے تنگ آکر ایک دفعہ صحابہ نے دعا کی التجا کی، تو فرمایا تم سے پہلے کے لوگوں کو آرے سے چیرا گیا، مگر ایسی آزمائشیں انہیں مذہب سے برگشتہ نہ کرسکیں۔ خدا کی قسم! دینِ اسلام مرتبۂ کمال کو پہنچ کر رہے گا۔

کفار کی چیرہ دستیوں کے پیشِ نظر ابوطالب کو بھی فکر دامنگیر ہوا، تو فرمایا چچا جان! اگر قریش میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند لاکر رکھ دیں، تب بھی میں اعلانِ حق سے باز نہ آؤں گا۔

غزوۂ حنین میں مخالفین نے مسلسل تیروں کی بارش کی، تو اکثر صحابہ کرام کے قدم اکھڑ گئے، مگر آپ کے پائے ثبات جمے رہے۔ فرمایا؛

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ
میں سچا نبی ہوں عبدالمطلب کا فرزند ہوں

بعثت

عمر مبارک چالیس سال ایک دن ہوئی تو دوشنبہ کا دن تھا۔ غارِ حرا میں رونق افروز تھے۔ روح الامین حاضرِ خدمت ہوتے کہا بشارت ہو آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوراً گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بارِ نبوت کا ذکر فرمایا۔ انہوں نے

تسلی دی۔ عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان انك لتصل الرحم آپ صلہ رحمی کرتے ہیں تحمل الکل درماندوں کو سواری دیتے ہیں تکسب المعدوم ناداروں کو سرمایہ دیتے ہیں تقری الضیف مہمانوں کی خدمت کرتے ہیں تعین علی نوائب الحق مصیبت نزول کی اعانت فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اکیلا نہیں چھوڑے گا۔

زاں بعد رویائے صادقہ آتے رہے، چھ ماہ بعد رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ روح الامین آئے اور یہ آیتِ مبارکہ لائے ؛ آیتِ مبارکہ؛ ۵/ ۶

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝
پڑھیے رب تعالیٰ کے نام سے جس نے پیدا کیا انسان کو آبی کیڑے سے بنایا۔

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ۝
پڑھتے رہیے آپ کا رب بہت کریم ہے جس نے قلم سے علم سکھایا، انسان کو وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا۔

زاں بعد روح الامین حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دامنِ کوہ میں لائے۔ وضو کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی وضو فرمایا۔ دونوں نے نماز پڑھی۔

کچھ مدت کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ آیتِ کریمہ؛ ،

یٰۤاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝
اے دوست کرنے والے اٹھیے ڈر سنایئے اپنے رب کی بڑائی کیجیے، لباس پاک رکھیے، نجاست سے دور رہیے۔

قُمْ فَاَنْذِرْ کے نازل ہوجانے پر آپ نے دعوتِ اسلام شروع فرمائی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پہلی مسلمان خاتون ہیں۔ انہیں یہ بھی شرف حاصل ہے

کہ انہوں نے سب سے پہلے اور از خود اسلام قبول کیا۔

حضرت علی، حضرت ابو بکر اور حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) بھی پہلے ہی دن مسلمان ہوگئے اور وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کے شرف سے نوازے گئے۔

دعوتِ اسلام

سرورِ کائنات فخرِ موجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ہیں، یعنی تمام جہانوں کے لیے (انبیاء ۲۱ - ۱۰۷) رحمت ہیں۔

رحمت کے معنی احسان بھی ہیں اور رقت بھی - احسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے خاص کرلیا ہے۔ وہی ذات پاک اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ہے اور اس نے اپنی رحمت کی وسعت میں ہر شے کو سمو لیا ہے۔ اللہ کریم نے اپنے نظامِ رحمت کو عام کرنے کے لیے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رسولِ رحمت بنا کر بھیجا اور رَأْفَتْ کو آنحضور کے لیے خاص کر دیا۔

آیت کریمہ ۹

بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان ہیں۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (یونس۔ ۱۰-۱۲۸)

نظامِ رحمت

رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو تحریک چلائی — اس کا مدعا یہ ہے کہ بنی نوع انسان کو جہالت۔ ذلت اور تباہی سے بچایا جائے اور اسے عرفان - عزت اور سلامتی سے ہمکنار کیا جائے۔ اسی عالمگیر اسلامی تحریک کے نمایاں پہلو دو ہیں :

اوّلاً : انسان کو اس کے صحیح مقام کا شعور دینا - ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ انسان ہی اشرف المخلوقات ہے۔

آیت کریمہ : ۱۰

اور بیشک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی اور ان کو خشکی اور تری میں سوار کیا اور ان کو ستھری چیزیں روزی دیں اور ان کو اپنی بہت مخلوق سے افضل کیا۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل-۱۷-۷۰)

دوم : یہ بیان واضح کر دینا کہ کوئی شخص اس وقت تک کریم نہیں بن سکتا جب تک کہ کرم کو عملی طور پر نہ اپنائے۔

آیت کریمہ : ۱۱

بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ کرم والا (عزت والا) وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ۔ (الحجرات - ۴۹ - ۱۳)

کرم سے مراد وہ شریف کام ہیں، جن سے قوم و ملت کے جان و مال کی حفاظت ہو اور جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے کیے جائیں۔ مقصد صرف نفع پہنچانا ہے نہ کہ نہ کہ خفت - پس تحریکِ اسلام کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو انسانیت کا محسن بنایا جائے۔

امت مسلمہ کی ——— بہترین امت ہو بھلائی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے

خَيْرَ اُمَّةٍ (آل عمران ۳ - ۱۱۰) تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۔

گویا پسندیدہ اخلاق کے لحاظ سے سب سے بڑھ کر ہو۔

جب اسلامی تحریک شروع کی گئی تو روحانی اور اخلاقی لحاظ سے دنیا کی حالت مایوس کن تھی۔ ہر ہر جگہ چاند۔ سورج - ہوا - پانی۔ آگ۔ گائے۔ سانپ - پیپل کی پوجا جاری تھی۔ انسان ذلت کی گہرائیوں میں گر چکا تھا اور غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ قرآن مجید نے بتایا کہ :

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور — سَخَّرَ لَکُمْ مَا فِی السَّمٰوٰتِ
جو کچھ زمین میں ہے — وَالْاَرْضِ۔
اسے تمہارے کام میں لگا رکھا ہے

گویا کائنات کی سب چیزیں اسی لیے ہیں کہ انسان اپنی قوتوں کو فعل میں لائے اور ان سے کام لے۔ انسان میں کائنات کی اشیاء کو مسخر کرنے کی قوتیں ودیعت ہیں، البتہ ان خفیہ صلاحیتوں کو پیدا کرنے کے لیے تزکیۂ نفس اور کتاب و حکمت کی تعلیم درکار ہے۔ اس تعلیم و تربیت کا سرچشمہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ اقدس ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے: — آیت کریمہ: ۱۲

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا	لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ
مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں	اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا
سے ایک رسول بھیجا جو	مِّنْ اَنْفُسِھِمْ
ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے	یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ
اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں	وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ
کتاب اور حکمت سکھاتا ہے	الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ ج
اور وہ ضرور اس سے پہلے کھُلی	وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ
گمراہی میں تھے۔	لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ (آل عمران ۳-۱۶۴)

مشرکین کی مخالفت

اسلام کی مقدس تحریک مشرکین عرب کے آبائی عقائد اور قدیم رسومات کے خلاف تھی۔

صحرائے عرب کے قبیلے غارت گری اور لوٹ مار کے عادی تھے۔ ایک دوسرے پر ڈاکے ڈالنا ہی ان کی معاش کا واحد ذریعہ تھا۔ وہ بُت پرست تھے۔ ہر قبیلے کا اپنا بُت تھا جو اس کی عظمت کا نشان تھا۔ قبائلی رقابت انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کی نبوت کو دوسرے قبائل بنو ہاشم کی بالادستی پر محمول کرتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی تعلیمات نے ان جاہل قبیلوں کو مشتعل کر دیا۔ وہ پیغمبرِ اسلام اور مسلمانوں کی ایذا رسانی پر اتر آتے۔

مشرکین کا ظلم و ستم

مشرکین اسلام کا نام و نشان مٹا دینے کے درپے ہو گئے۔ وہ مسلمانوں کا گلا گھونٹتے، انہیں نیزے مارتے، تپتی ریت پر گھسیٹتے، آگ پر لٹا دیتے، بھاری پتھر سینوں پر رکھتے، چابک سے مارتے، چٹائی پر لٹا کر ناک میں دھواں دیتے، کچے چمڑوں میں لپیٹ کر دھوپ میں پھینک دیتے۔ مسلمانوں پر مکہ میں رہنا محال ہو گیا۔ آخر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو وطن چھوڑ کر یثرب (مدینہ) چلے جانے کی اجازت دے دی۔

مسلمان رفتہ رفتہ یثرب پہنچنے لگے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ صرف گنتی کے مسلمان مکہ میں رہ گئے۔ ان میں مشہور شخص صرف دو تھے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم۔

دارالندوہ

قریش کے سردار دارالندوہ (ٹاؤن ہال) میں جمع ہوئے۔ شیخ نجد بھی شامل تھا۔

ایک تجویز یہ پیش ہوئی کہ آنحضور کے ہاتھوں اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر انہیں کوٹھڑی میں بند کر دیا جائے۔ کھانے پینے کو کچھ نہ دیا جائے، سسک سسک کر ہلاک ہو جائیں گے۔

شیخ نجد بولا ایسا ہرگز نہ کرنا۔ خبر نکل جائے گی، صحابہ حملہ کر کے چھڑا لیں گے۔

دوسرا بولا آیئے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کو ایک سرکش اونٹ پر جکڑ کر شہر سے نکال دیں۔ آپ اپنی موت مرے۔

نجدی نے کہا یہ بھی غلط۔ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا کلام دلوں کو موہ لیتا ہے۔ جہاں جائے گا، لوگ سر آنکھوں پر بٹھائیں گے۔ اس کا ساتھ دے کر تم پر پل پڑیں گے۔

ابوجہل نے کہا ہر قبیلہ سے ایک ایک جوان لیا جائے، ہر ایک کے ہاتھ میں تیز تلوار ہو۔ رات کی تاریکی میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے گھر کو گھیر لیں۔ جب حضور فجر کی نماز کے لیے نکلیں، سب جوان بیک وقت وار کر کے انہیں تہ تیغ کر دیں۔ جرم سارے قبیلوں کا ہوگا۔ صرف حضور کا ایک قبیلہ باقی سب قبیلوں کے ساتھ لڑ نہ سکے گا۔

سب نے اس پر اتفاق کیا۔ رات کو شریروں نے سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر کو آگھیرا۔

قرآن پاک میں ہے : آیتِ کریمہ : ۱۳

وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ ؕ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ ؕ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ ۝ (الانفال - ۸ - ۳۰)

اور اے محبوب! یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے کہ تمہیں بند کر لیں یا شہید کر دیں یا نکال دیں اور وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر ہے۔

نصرتِ غیبی

ہوا یہ کہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی سبز چادر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اوڑھائی اور اپنے بستر پر لٹا دیا۔ فرمایا میرے پاس لوگوں کی جو امانتیں ہیں، انہیں واپس کر کے چلے آنا۔

خود اللہ تعالیٰ کا نام پاک لے کر اٹھے اور سورۂ یٰسین پڑھتے ہوئے صاف نکل گئے۔

پنج شنبہ کا دن تھا۔ ۲۷ صفر المظفر سنہ ۱۳ نبوت — اپنے دولت کدہ سے نکل کر رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ کی طرف دیکھا اور فرمایا؛

"بطحائے مکہ تو مقدس شہر ہے، تو مجھے عزیز ہے۔ میری قوم مجھے نہ نکالتی تو تیرے سوا کہیں سکونت اختیار نہ کرتا۔"

پھر سیدھے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر رونق افروز ہوئے۔ سفر کا سامان باندھا۔ ننھی اسماء کا ایک ہی نطاق (پٹکا) تھا، دو ٹکڑے کیے۔ ایک سے توشہ دان کا منہ باندھا۔ دوسرے سے مشکیزے کا۔ بچی کی یہ ادا رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پسند آئی۔ فرمایا؛ اسماء تو تو ذَاتَ النِّطَاقَیْنِ ہے، یعنی ماشاء اللہ دو کمر بندوں کی مالکہ ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں دو اونٹنیاں تھیں۔ عرض کیا یا رسول اللہ! ایک اپنے لیے پسند فرما لیں۔ فرمایا قیمت سے لوں گا۔ قیمت ادا فرمائی۔ دونوں اونٹنیاں عبداللہ کے سپرد کر دیں تاکہ تین راتوں کے بعد غارِ ثور پر لے آئے۔

غارِ ثور

غارِ ثور مکہ سے کوئی پانچ میل دور ہے۔ چڑھائی سر توڑ، راستہ پتھریلا، پتھر نوکیلے۔ سرورِ کائنات کے نازک پائے مبارک زخم کھا گئے۔ صدیق اکبر کے لیے یہ حالت ناقابلِ برداشت تھی۔ اصرار کے ساتھ بارِ نبوت کو کاندھوں پر اٹھا لیا۔

غارِ ثور ویران جگہ تھی۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا آقا! حضور باہر ٹھہریں۔ مجھے دیکھ بھال کی اجازت دیں۔ مبادا غار میں کوئی موذی جانور ہو۔ صدیق اکبر غار کے اندر گئے، اسے صاف کیا۔ اپنے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر سوراخ بند کیے۔ صرف دو سوراخ رہ گئے۔ ان میں پاؤں مبارک ڈال دیئے۔ سرورِ کائنات کو آواز دی۔ حضور تشریف لائے سرِ مبارک صدیق اکبر کی گود میں رکھا اور آرام فرمانے لگے۔ ایک سانپ صدیق اکبر کے پاؤں کو ڈسنے لگا۔ درد شدید تھا۔ زہر مہلک مگر صدیق نے پاؤں کو ہلایا تک نہیں کہ مبادا فخرِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آرام میں خلل آئے۔ آخر آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔

آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا بات ہے؟ عرض کیا میرے ماں باپ حضور پر قربان کوئی زہریلا جانور ڈس رہا ہے۔ آپ نے لعاب مبارک لگایا۔ سب اثرات رفع ہوگئے۔ مشرکین مکہ تعاقب میں تھے۔ غارِ ثور کے دہانے پر آ پہنچے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آقائے دو جہاں کی سلامتی کا بے حد احترام تھا۔ عرض کیا آقا! دشمنوں میں سے کسی نے اپنے

قدموں کی طرف جھانک لیا تو کیا بنے گا۔ فرمایا غم نہ کھاؤ۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے : آیت کریمہ : ۱۴

إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ۖ فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا - (التوبة ۹-۴۰)

اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بیشک اللہ نے ان کی مدد فرمائی۔ جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا۔ صرف دو جان سے۔ جب وہ دونوں غار میں تھے، جب اپنے یار سے فرماتے تھے غم نہ کھا۔ بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو اللہ نے اس پر اپنا سکینہ اتارا اور ان فوجوں سے اس کی مدد کی، جو تم نے نہ دیکھیں

اس غار میں رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین راتیں بسر کیں۔

ہجرت سے مراد ہے دارالکفر سے نکل کر دارالاسلام میں آجانا۔ مشرکین مکہ مسلمانوں کو قید و بند کی زنجیروں میں گرفتار رکھنا چاہتے تھے۔ وہ رحمتِ عالم کی جان کے پیاسے تھے، اسلام کی اصلاحی تحریک کا گلا گھونٹنا چاہتے تھے۔ یہ فضا حق کے بول بالا کے لیے سازگار نہ تھی۔ گمراہی اور ضلالت کے سدِباب اور مثالی طور پر نیک معاشرہ کی تاسیس و تشکیل کے لیے آزاد فضا درکار تھی۔

یکم ربیع الاول کو دوشنبہ کے دن حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غارِ ثور سے باہر نکلے۔ اونٹنی پر سوار ہوئے اور یثرب کی طرف مہار موڑی۔ سمندر کے کنارے کنارے سفر اختیار فرمایا۔

خیمہ اُمِ معبد پہلے ہی دن خیمہ ام معبد پر گزر ہوا۔ قحط کا عالم تھا۔ ام معبد صحن میں بیٹھی تھیں۔ آنحضور نے اس سے گوشت اور کھجوریں خریدنا چاہیں، اس کے پاس کوئی چیز نہ تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمہ کی جانب ایک بکری دیکھی۔

فرمایا : یہ بکری کیسی ہے ؟

عرض کیا : لاغر اور کمزور ہے، بکریوں سے پیچھے رہ گئی ہے۔

فرمایا : دودھ دیتی ہے ؟

عرض کیا : نہیں !

فرمایا : کیا مجھے اجازت ہے کہ اسے دوہ لوں ؟

عرض کیا : حضور اس کے نیچے دودھ دیکھتے ہوں تو دوہ لیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دستِ مبارک بکری کے تھن پر پھیرا بسم اللہ پڑھی۔

بکری نے ٹانگیں چوڑی کرلیں، جگالی کی، دودھ اتار لیا۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے برتن طلب کیا۔

فرمایا : بڑا سا برتن لاؤ جو جماعت کو سیراب کردے۔ برتن حاضر کیا گیا۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام دوہتے رہے، یہاں تک کہ اس پر جھاگ آگئی۔

پہلے ام معبد کو پلایا، اس نے خوب سیر ہو کر پیا۔

پھر حاضرین کو پلایا، سب سیر ہو گئے۔

سب کے بعد خود نوش فرمایا۔

دوسری بار دوہا، برتن پورا بھر گیا

اسے ام معبد کے پاس چھوڑ دیا۔

اُمِ معبد متاثر ہوتی اور مشرف باسلام ہو گئی۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام آگے چل دیے۔

کچھ دیر بعد ام معبد کا خاوند گھر آگیا۔

دودھ دیکھ کر حیران رہ گیا۔

ام معبد نے معزز مہمان کا حلیہ بیان کیا۔

پکار اُٹھا کیوں نہ ان کی خدمت بابرکت میں رہوں۔

مسجدِ قبا

دوشنبہ کا دن تھا، ۱۲ ربیع الاول ۱۳ نبوت۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں رونق افروز ہوئے۔ یہ مدینہ طیبہ سے دو میل جنوب کی جانب ہے۔ یہاں پہنچتے ہی سب سے پہلے مسجد کی بناء رکھی۔ اس کی تاسیس اور تعمیر خود اپنے دستِ مبارک سے فرمائی۔ اتنے بھاری پتھر اٹھاتے کہ بدنِ مبارک خم ہو جاتا اور بطن شریف پر مٹی نظر آتی۔ صحابہ عرض کرتے ہمارے ماں باپ حضور پر قربان انہیں چھوڑ دیجئے۔ فرماتے تم کوئی اور پتھر اٹھا لاؤ۔ اسے میں ہی نصب کر دوں گا۔ جاں نثار زیادہ تقاضا کرتے، تو ان کی دلداری کے لیے ہاتھ کا پتھر انہیں دے دیتے، کوئی اور وزنی پتھر خود اٹھا لیتے۔

جبرائیل علیہ السلام سمت کعبہ بتاتے جاتے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ مصرعے چست کرتے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر قافیہ کے ساتھ آواز مبارک ملاتے ؎

اَفْلَحَ مَنْ یُّعَالِجُ الْمَسَاجِدَا
وَیَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ قَائِمًا وَّقَاعِدَا
وَّلَا یَبِیْتُ الَّیْلَ عَنْہُ رَاقِدَا

اللہ کریم کو محبوب کی یہ ادا پسند آئی۔ فرمایا: آیتِ کریمہ: ۱۵

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰی	سجد کی بنیاد تقویٰ پر اوّل روز سے
مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ	رکھی ہے، وہ اس لائق ہے کہ آپ
تَقُوْمَ فِیْہِ ؕ فِیْہِ رِجَالٌ	ں میں کھڑے ہوں، اس میں آدمی
یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا ؕ	ں جو خوب پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں
وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ (۹-۱۰۸)	اللہ خوب پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے

مسجد قبا کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ اس سے ذوق وجدان کا اثر پیدا ہوتا ہے اس مسجد والے مقام محبوبیت پر فائز ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مسجدِ قبا میں دو رکعت نماز پڑھنا بیت المقدس کی دو بار زیارت کرنے سے بہتر ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اگر یہ مسجد دنیا کے آخری کنارے پر ہوتی، تو میں اونٹ کا جگر پانی کر کے حاضری دیتا۔ وہ اس کو اپنے ہاتھ سے صاف کیا کرتے تھے۔

مسجد قبا کی فضیلت مسلّم ہے۔ یہ پہلی مسجد ہے اس کا قبلہ اقوم ہے، اس کی بناء حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دستِ مبارک سے رکھی اور اس میں اپنے صحابہ کرام کے ساتھ پہلی بار نماز ادا فرمائی۔

قبا میں میزبانی کا شرف قبیلۂ اوس کے سردار حضرت کلثوم بن الہدم کو حاصل ہوا۔ مسجد قبا کے لیے جگہ بھی انہوں نے ہی پیش کی تھی۔ نہایت ضعیف العمر تھے۔ اسلام قبول کرنے میں ذرا بھی توقف نہ کیا۔ عالم ضعیفی میں قسمت جاگ اٹھی۔ صاحبِ رحل رسول اللہ کا لقب پایا۔

دنیائے اسلام میں

جمعہ کی پہلی جماعت اور جمعہ کا پہلا خطبہ

جمعہ کا دن ہے، بارہ ربیع الاوّل، سرورِ کائنات فخرِ موجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی اونٹنی خصوی پر سوار ہوئے اور مدینہ طیبہ کا قصد فرمایا۔ قبا کے سردار دست بستہ اونٹنی کے آگے کھڑے ہوگئے۔

عرض کیا حضور! یہیں قیام فرمائیں۔

کیا ہم سہواً کوئی ایسا کام کر بیٹھے ہیں جو مزاجِ گرامی کو ناگوار گزرا؟

فرمایا نہیں! میں وہاں جانا چاہتا ہوں، جہاں میرا اللہ چاہتا ہے کہ جاؤں۔

آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبا سے روانہ ہوئے۔ آگے پیچھے، دائیں بائیں انصار اور مہاجرین کی جماعتیں تھیں۔

مدینہ طیبہ کے بیرونی محلہ بنو سالم میں تھے کہ نمازِ جمعہ کا وقت ہوگیا۔

نہایت پُرخلوص اجتماع میں آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمعہ کا پہلا خطبہ ارشاد فرمایا۔

خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

شہادت ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں	اشهد ان لا الـه الا الله
وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں	وحـده لا شريك لـه
محمد اللہ کا بندہ اور رسول ہے،	وان محمدًا عبده ورسوله
اس نے مجھے، ہدایت، نور اور	ارسلـه بالـهدى والنور

نصیحت کے ساتھ بھیجا ہے	والموعظة
جبکہ مدت سے کوئی رسول نہ آیا	على فترة من الرسل
علم گھٹ گیا اور گمراہی بڑھ گئی۔	وقلة من العلم وضلالة
	من الناس
جس نے اللہ اور رسول کی اطاعت	من يطع الله ورسوله
کی وہ راہ یاب ہوا۔	فقد رشد ومن يعصهما
جس نے نہ مانا بھٹک گیا	فقد غوى
میں اللہ سے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں	اوصيكم بتقوى الله
جن باتوں سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا	فاحذروا ما حذركم الله
ہے، ان سے بچتے رہو۔	من نفسه
اس سے بڑھ کر کوئی نصیحت نہیں	ولا افضل من ذالك نصيحة
نہ اس سے بڑھ کر کوئی ذکر ہے	ولا افضل من ذالك ذكرًا
حظ اٹھاؤ، مگر حقوق الٰہی نہ	خذوا حظكم ولا تفرطوا
بھولو، لوگوں کے ساتھ اچھا	في جنب الله فاحسنوا
برتاؤ کرو جس طرح اللہ نے تمہارے ساتھ	كما احسن الله اليكم
برتاؤ کر رکھا ہے، اللہ نے تمہیں برگزیدہ بنایا ہے اور	هو اجتباكم وسماكم
تمہارا نام مسلمان رکھا ہے، اللہ کا ذکر کرو	المسلمين اذكروا الله
اور آنے والی زندگی کے لیے عمل کرو	واعملوا لما بعد اليوم
جو شخص اپنے اور اللہ کے مابین معاملہ درست	من يصلح ما بينه وبين الناس
کر لیتا ہے اللہ اس کے اور لوگوں کے مابین معاملہ درست	ذالك فان الله يقضي على الناس
کر دیتا ہے۔ اللہ بہت بڑا ہے، طاقت	الله اكبر ولا قوة الا بالله
اسی بلند عظمت والے سے ملتی ہے	العلى العظيم

مدینۃ النبی

سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازِ جمعہ ادا کرنے کے بعد یثرب جنوبی جانب سے شہر میں داخل ہوئے۔

یثرب کی قسمت جاگ اٹھی۔ یہ شہر بیماریوں کا گھر تھا۔ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدوم میمنت لزوم کی برکت سے مدینہ طیبہ بن گیا۔ اب اسے یثرب کہنا جائز نہیں ہے۔ آج اس کی خاک شفا بن گئی ہے۔ نورِ نبوت کی بدولت در و دیوار منور ہو گئے۔ فضا تحمید و تقدیس کے نغموں سے گونج اٹھی جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ کے نعرے بلند ہوتے، ہر طرف سے اھلاً وسھلاً کے نغمے گونج رہے تھے۔

بنو نجار کی بچیاں دف بجا بجا کر یوں گانے لگیں :

نَحْنُ جَوَارٌ مِنْ بَنِی النَّجَّارِ
یَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارٍ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ باطنی سے انصار کی مقدس لڑکیوں نے وہ نغمہ پیش کیا جو قرآنی تعلیمات کا خلاصہ ہے۔

پھر یہ نغمہ گانے لگیں :

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا !
مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا
مَا دَعَا لِلّٰہِ دَاعٍ

اَیُّھَا الْمَبْعُوْثُ فِیْنَا !
جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

اہلِ مدینہ نے آج جیسا مبارک دن پہلے نہیں دیکھا تھا۔

ہر قبیلہ عرض کرتا، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) ہم حاضر ہیں، جان حاضر ہے، مال حاضر ہے، گھر حاضر ہے۔

حضور دعائے خیر کرتے اور فرماتے :

خَلُّوْا سَبِیْلَھَا فَاِنَّھَا مَامُوْرَۃٌ

میری ناقہ کو چھوڑ دیجئے، اسے اپنے اللہ کا امر ہے

ے نبوت کی سواری جس طرف بھی آتی جاتی تھی
درود و نعت کے نغمات کی آواز آتی تھی

آنحضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قصویٰ کی مہار چھوڑ رکھی تھی اور امرِ الٰہی کے منتظر تھے۔

قصویٰ چلتے چلتے اس جگہ بیٹھی جہاں آج مسجدِ نبوی کا بڑا دروازہ ہے۔ پھر اٹھی، آگے بڑھی، تھوڑی دور گئی، واپس لوٹی اور پہلی جگہ پر آ بیٹھی۔

قریب ہی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر تھا۔ وہ خوشی سے بے خود ہو گئے، ناقہ سے سامان اتارا اور گھر لے گئے۔ در و دیوار انوارِ نبوت سے جگمگا رہا تھا۔ ع

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

حُبّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

تولائے حق ہے ، ولائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
رضائے الٰہی ، رضائے محمد

حدیث پاک : ۲

بخاری اور مسلم کی حدیث ہے :

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی
اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ
وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ
اَجْمَعِیْنَ ۰ (بخاری و مسلم)

تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا
جب تک کہ وہ مجھ سے اپنے والد
اور اولاد اور تمام لوگوں سے
زیادہ محبت نہ کرے۔

ظاہر ہے کہ اس محبت سے مراد نسبی، طبعی اور رسمی محبت نہیں۔ اس سے مراد وہ دلی محبت ہے جو ایمان اور عرفان کی بنیاد ہے۔

یہ محبت ایمان اور اسلام کی جڑ ہے۔

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں۔ سیدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا :

حدیث پاک : ۳

ذَاقَ طَعْمَ الْاِیْمَانِ مَنْ
رَضِیَ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّ
بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا
وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا۔
(مسلم شریف)

اس نے ایمان کا مزہ چکھ لیا جو
راضی ہو گیا۔ اللہ کے رب ہونے
سے اور اسلام کے دین ہونے سے
اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
رسول ہونے سے۔

گویا ایمان کا دار و مدار اس چیز پر ہے کہ :

راضی برضا رہے۔

شریعت کے احکام کو دل و جان سے بجا لائے

سنتوں پر بلا تامل عمل کرے اور جس شئی کو بھی آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نسبت ہے، اس سے محبت کرے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے : آیتِ مبارکہ : ۱۱

اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا
وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا
لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ
وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ
وَتُسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً
وَّاَصِیْلًا ۰ (۴۸ - ۸)

بے شک ہم نے آپ کو بھیجا گواہ،
خوش خبری دیتا اور ڈر سناتا
تاکہ لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر
ایمان لاؤ اور رسول کی عزت
اور توقیر کرو اور صبح و شام
اللہ کی پاکی بیان کرو۔

آیتِ کریمہ کے مضمون کا حسن ترتیب دیکھیے :

اول : ایمان ہے

دوم : عزت و توقیر مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام
وقار کے معنی ہیں عظمت۔

سوم : تسبیح و عبادت

حب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وسط میں ہے۔

گویا آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت اور محبت مدارِ ایمان ہے اور مدارِ نجات بھی۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کے بغیر نہ ایمان ہے نہ نجات۔

طاعت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا پہلا تقاضا ہے کہ آپ کی تعلیمات اور سنتوں کو بلا تامل اپنایا جائے۔ فرمایا: حدیث پاک ۴:

تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا ارادہ میری ہدایت کے مطابق نہیں ہو جاتا

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ۔

بخاری شریف کی حدیث ہے: حدیث پاک ۵:

جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ کی طاعت کی۔ جس نے حضور کی نا فرمانی کی، اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے مابین امتیاز ہیں۔

فَمَنْ اَطَاعَ مُحَمَّدًا فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصٰی مُحَمَّدًا فَقَدْ عَصَی اللّٰهَ وَ مُحَمَّدٌ فَرْقٌ بَیْنَ النَّاسِ۔

ایمان اور کفر کے درمیان فرق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے۔ حضور کا فرماں بردار مومن ہے، اگر منکر ہے تو کافر ہے اور اگر بد عمل ہے تو فاسق ہے۔ آیت کریمہ ۱۲:

یہ نبیؐ مومنوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ (۳۳-۶)

آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فرمانبرداری نفس کی حرص پوری کرنے سے بہر حال مقدم ہے۔ ایمان اور اسلام کی بنیاد آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع اور والہانہ محبت ہے پس: آیتِ کریمہ ۱۳:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو حکم دے بجا لاؤ، جس سے منع کرے باز رہو۔

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (۵۹-۷)

معیارِ محبّت

اوّل: اطاعت اور فرماں برداری — آیتِ کریمہ ۱۴:

میری اطاعت کا ثمر اللہ تعالیٰ کی محبوبیت ہے

فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ (۳-۳۰)

میرے احکام پر عمل کرو، اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جاؤ

آیتِ مبارکہ کے ابتدائی الفاظ ہیں: آیتِ کریمہ ۱۵:

اگر اللہ سے محبت رکھتے ہو

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ

پوری آیتِ کریمہ سے مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت ہے، تو میری اطاعت کرو، اللہ کریم کے محبوب بن جاؤ گے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حدیث پاک ۶:

تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا، جب تک کہ اس کی خواہش میرے احکام کے تابع نہ ہو۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ۔ (مشکوٰۃ شریف)

یعنی مومن وہ ہے جو دل وجان سے شریعتِ مطہرہ کو اپنائے۔ اس کے علاوہ کو پسند نہ کرے۔

دوم: ایثار اور قربانی

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: آیتِ کریمہ ۱۶:

مدینہ والوں اور ان کے گرد و نواح — مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ

کے دیہاتیوں کو نہ چاہیے تھا کہ — وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ

رسول اللہ کو چھوڑ کر پیچھے رہ جائیں — أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ

اور نہ یہ کہ اپنی جانوں کو ان کی جان — وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ

سے عزیز رکھیں۔ — عَنْ نَفْسِهِ ۔ (۹ - ۱۲۰)

ہر مسلمان پر ہر زمانہ میں لازم ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طاعت اور حفاظت میں کسی قربانی سے دریغ نہ کرے۔

سوم، گہری محبت اور عقیدت۔

ارشادِ نبوی ہے : — حدیث پاک ؛ ۷

کسی شے کی محبت اندھا اور — حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَ

بہرہ کر دیتی ہے — يُصِمُّ ۔ (مسند امام احمد)

محب اپنے محبوب کا عیب نہ دیکھ سکتا ہے، نہ سن سکتا ہے۔ وہ اپنے محبوب کے حسن و جمال ہی کو دیکھتا رہتا ہے۔

محبِ رسول حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ محبوب پاک، صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح سرائی میں فرماتے ہیں : ؎

آپ سے زیادہ حسین میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا — وَأَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِي

آپ سے زیادہ خوبصورت عورتوں نے نہیں جنا — وَأَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

آپ ہر عیب سے پاک پیدا کیے گئے — خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ

گویا آپ کو اپنی مرضی کے مطابق پیدا کیا گیا — كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

صلوٰۃ وسلام

میں سو جاؤں یا مصطفیٰ کہتے کہتے
کھلے آنکھ صلِّ علیٰ کہتے کہتے

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا دوسرا تقاضا یہ ہے کہ آپ کے حضور کثرت کے ساتھ صلوٰۃ وسلام پیش کرتے رہنا چاہیے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے : — آیتِ کریمہ : ۱۷

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے — إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ

نبی کریم پر صلوٰۃ بھیجتے رہتے ہیں — يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ

اے ایمان والو تم بھی ان پر — يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

صلوٰۃ بھیجا کرو اور سلام پڑھا کرو — صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا

جیسا کہ سلام کہنے کا حق ہے۔ — تَسْلِيمًا ۔ (۲۲ - ۴)

خیال رہے کہ اس آیۂ مبارکہ میں آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صلوٰۃ بھیجنے کا بھی حکم ہے اور سلام بھیجنے کا بھی۔ اور یہ بھی حکم ہے کہ صلوٰۃ وسلام ہمیشہ ہمیشہ بھیجتے رہنا چاہیے۔

یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے عرض کیا:

بے شک ہم نے حضور پر سلام — قَدْ عَرَفْنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ

بھیجنا جان لیا ہے۔ — عَلَيْكَ

یعنی تشہد میں ہمیں بتا دیا گیا ہے کہ ہم یوں سلام عرض کیا کریں۔

مکمل اور مقبول سلام

سلام ہو آپ پر اے نبی اور	اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ
اللہ کی رحمتیں اور اللہ کی برکتیں	وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

ہم نے سلام عرض کرنے کا طریقہ اچھی طرح سے سمجھ لیا ہے۔

اے آقا! ہمارے ماں باپ حضور پر قربان

ہم صلوٰۃ کس طرح پیش کریں	فَكَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْكَ
فرمایا یوں:	حدیث پاک : ۸

مکمل اور مقبول صلوٰۃ

اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور	اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
حضور کی آل پر صلوٰۃ بھیج جس طرح	وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا
تو نے ابراہیم اور ان کی آل پر صلوٰۃ	صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ
بھیجی۔	وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ
بیشک تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے۔	اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اے اللہ! برکت دے محمد صلی اللہ علیہ وسلم،	اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ
اور حضور کی آل کو	وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
جس طرح تو نے برکت دی ابراہیم	كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ
اور ان کی آل کو	وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ
بیشک تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے	اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

یہ ارشادِ گرامی نمازوں میں صلوٰۃ و سلام پڑھنے کے بارے میں ہے۔ یہ صلوٰۃ و سلام آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود بیان فرمایا ہے، نہایت بابرکت ہے۔ اس درودِ پاک کو درودِ ابراہیمی کہا جاتا ہے، یہی صلوٰۃ تام ہے۔

نماز میں تشہد اور اس درود کے پڑھنے سے آیتِ کریمہ کے احکام کی تعمیل ہو جاتی ہے۔ سلام بھی ہو جاتا ہے اور صلوٰۃ بھی۔

صلوٰۃ و سلام تام

نمازوں کے علاوہ ویسے عمومی طور پر درودِ ابراہیمی کو بطور درود پڑھا جائے تو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ سے اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ تک پورا درود شریف پڑھنے کے بعد اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ کا اضافہ کرنا چاہیے۔ تاکہ صلوٰۃ کے ہدیہ کے ساتھ سلام بھی پیش ہو جائے۔

صلوٰۃ و سلام کثیر

ہمیشہ ہمیشہ کے لیے درود و سلام کا ہدیہ پیش کرتے رہنے کے سلسلے میں یہ رعایت ہے، بکثرت صلوٰۃ و سلام پڑھیے۔ بکثرت پڑھنے سے مراد یہ ہے کہ کم از کم تین سو تیرہ بار پڑھے۔ بہتر یہ ہے کہ تین سو تینتیس بار روزانہ صلوٰۃ و سلام پڑھے۔ مشائخِ عظام اور اولیائے کرام سے صلوٰۃ و سلام منقول ہیں۔ ان میں سے ایک صَلوٰۃ خِضریہ ہے جو نہایت مختصر اور جامع ہے۔

صلوٰۃ خضریہ

اے اللہ! اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم،	صَلَّی اللّٰهُ عَلٰی حَبِیْبِهٖ

درحضور کی آل پر صلوٰۃ وسلام بھیج   مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

صلوٰۃ وسلام کے آداب

صلوٰۃ وسلام کے ورد میں چند آداب مدنظر رہیں، تو انشاء اللہ تاثیر اور ثمر زیادہ ہو۔

اوّل: عقیدت اور خلوص کہ درود پاک کا ورد نہایت خلوص اور محبت سے کرے، تعداد پوری کرنے کے لیے جلدبازی سے کام نہ لے۔ اللہ کریم کے ہاں قدر وقیمت نیت، عقیدت اور اخلاص کی ہے۔

دوم: طہارت، بہتر ہے کہ پڑھنے والا باوضو ہو، ماحول معطر ہو، لباس صاف ستھرا ہو، جگہ پاک ہو۔

سوم: ہیئت، قبلہ رُو ہو، دوزانو بیٹھے۔

چہارم: کیفیت، یہ تصور ہو کہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام ملاحظہ فرما رہے ہیں اور سُن رہے ہیں۔

ماحول پاکیزہ اور کیفیت زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کی ہو۔ ہاں یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ مسلمان کی زبان پاک ہے۔ وضو ہو یا نہ ہو، بیٹھے بیٹھے، کھڑے کھڑے، چلتے چلتے اور پھرتے ہوئے ہر حالت میں درود پاک پڑھا جا سکتا ہے۔

اضافات

۱۔ سرورِ کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ پسند ہے کہ جب آنحضور پر صلوٰۃ وسلام کہے، تو دیگر انبیاء کرام پر بھی کہے۔ چنانچہ مناسب ہے کہ دربارِ رسالت میں ہدیۂ درود وسلام پیش کرے، تو ان کلمات کا اضافہ کرے۔

ارشادِ خداوندی ہے: آیتِ مبارکہ: ۱۸

پاکی ہے رب تمہارے کو، عزت والے رب کو، ان کی باتوں سے (جو کافر اس کی شان میں کہتے ہیں) اور سلام ہے پیغمبروں پر اور سب خوبیاں اللہ کو جو سب جہان کا رب ہے۔	سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (۳۸ - ۱۸۰)

۲۔ ارشادِ گرامی ہے کہ جو شخص صلوٰۃ وسلام کہے اور ان کلمات کا اضافہ کرے اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔

اے اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیامت کے دن اپنے پاس خاص مقامِ قرب عنایت فرما۔	اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

۳۔ اس پاکیزہ ماحول میں اپنے لیے بھی دعا کرے:

اے اللہ! میرا حساب آسانی سے لینا۔	اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِيْ حِسَابًا يَّسِيْرًا۔

ذیل کے کلمات طیبات اوپر کے دونوں مقصد پورا کرتے ہیں۔ یہ دُعا اذان کے بعد بھی پڑھی جاتی ہے۔

اے اللہ! اس دعوت تامہ اور صلوٰۃ قائمہ کے مالک تو ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت اور بہت بلند درجہ عطا فرما اور ان کو مقامِ محمود عطا کر، جس کا تو نے	اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَآئِمَةِ اٰتِ سَيِّدَنَا مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِيْ

ترجمہ	متن
ان سے وعدہ کیا ہے اور ہمیں قیامت کے دن	وَعَدْتَّهٗ وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَهٗ يَوْمَ
ان کی شفاعت نصیب فرما بیشک تو وعدے کے خلاف	الْقِيٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ
نہیں کرتا ہم پر اپنی رحمت فرما سب سے بڑھ کر رحم کرنیوالے	بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۝

بزرگانِ دین سے بیشمار صلوٰۃ وسلام منقول ہیں جو پڑھ سکیں، پڑھیں۔ مسنون یہ ہے کہ اول و آخر صلوٰۃ وسلام تام پڑھیں۔

صلوٰۃ الوصال

ہر مسلمان کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی تمنا ہے۔ ذیل کا درود پاک اس مقصد کے لیے مجرب ہے:

ترجمہ	متن
اے اللہ صلوٰۃ وسلام اور برکت بھیج، ہمارے	اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ
آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور ان کی آل	بَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
پر اور صلوٰۃ کے وسیلہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام	وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَذِقْنَا
کے وصال کا لطف عطا فرما۔	بِالصَّلٰوةِ عَلَيْهِ لَذَّةَ وِصَالِهٖ

صلوٰۃ الشفاء

روحانی اور جسمانی امراض کے ازالہ کے لیے اس درود پاک کا ورد کریں۔

ترجمہ	متن
اے اللہ! صلوٰۃ بھیج ہمارے آقا حضرت محمد	اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
صلی اللہ علیہ وسلم پر جو دلوں کے طبیب اور ان	طِبِّ الْقُلُوْبِ وَدَوَائِهَا وَ
کی دوا ہیں اور جسموں کی عافیت اور ان کی	عَافِيَةِ الْاَبْدَانِ وَشِفَائِهَا
شفا ہیں اور آنکھوں کا نور اور ان کی چمک ہیں	وَنُوْرِ الْاَبْصَارِ وَضِيَائِهَا
اور حضور کی آل اور اصحاب پر صلوٰۃ وسلام	وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلِّمْ

درود تاج حضرت خواجہ ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اکثر ایصالِ ثواب کے وقت ختم میں پڑھا جاتا ہے۔

زیارتِ مدینہ طیبہ

سیدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ محبت کا تیسرا تقاضا یہ ہے کہ قسمت یاور ہو اور خانہ کعبہ کی حاضری کی توفیق ہو تو مدینہ طیبہ کی حاضری ضرور دے۔

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے اب کعبے کا کعبہ دیکھو

قرآن پاک میں ہے: آیتِ کریمہ: ۱۹

ترجمہ	متن
اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم	وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ
کریں، تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر	جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ
ہوں، پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول	وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ
ان کی شفاعت فرمائے، تو ضرور اللہ تعالیٰ	لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا
کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں	رَّحِيْمًا ۝ (۴ - ۶۴)

پس جو شخص حج کرتا ہے، اسے چاہیئے کہ روضۂ اقدس پر جائے اور اپنے گناہوں کی بخشش کے لیے آنحضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو وسیلۂ جلیلہ بنائے۔ جو ایسا نہیں کرتا، گویا وہ اپنے آپ کو معصوم سمجھتا ہے اور اپنی خطاؤں کی معافی کے لیے دعا سے بے نیاز ہے۔ نہ اسے آقائے نامدار کے وسیلہ جمیلہ پر اعتقاد ہے اور نہ اس کے دل میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: آیتِ کریمہ: ۲۰

ترجمہ	متن
یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جانوں سے	اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ
زیادہ مالک ہے۔	مِنْ اَنْفُسِهِمْ (۳۳ - ۶)

جو لوگ حج کا سفر اختیار کریں اور روضۂ پاک کی مشقتِ زیارت گوارا نہ کریں، ان کا اس

آیتِ کریمہ پر کیا ایمان ہوا! وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں کیونکر پورے اترے؛

سچ فرمایا سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

جس نے حج کیا اور میری زیارت — مَنْ حَجَّ وَلَمْ یَزُرْنِیْ

نہ کی، اس نے مجھ پر ستم کیا۔ — فَقَدْ جَفَانِیْ۔

جفا کے معنی ہیں ظلم۔ جس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضۃ الانور کی زیارت نہ کی اس نے پہلے تو نفس پر ظلم کیا کہ حضور کے وسیلہ جمیلہ کے ساتھ دُعائے مغفرت کر کے نفس کو نارِ جہنم سے نہ بچایا۔ پھر آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ اقدس کو اذیت دی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں پر بے حد شفیق ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے؛ — آیت کریمہ: ۲۱

بیشک تمہارے پاس تشریف لائے — لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ

تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا — عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ

مشقت میں پڑنا گراں ہے، تمہاری — عَلَیْکُمْ

بھلائی کے نہایت چاہنے والے — بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ

مسلمانوں پر کمال مہربان۔ — رَّحِیْمٌ ○ (۹- ۱۲۸)

جو مومن کہلاتے اور اپنے آپ کو دربارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حاضری سے محروم رکھے، اس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کمالِ مہربانی کا کیا خیر مقدم کیا اور آقائے دو جہاں کی بے حد شفقت کا کیا احترام کیا؟ آقا کی ان عنایات کی کیا قدر کی؟ پس جسے حج کی سعادت نصیب ہو اسے چاہیئے کہ نہایت عقیدت کے ساتھ مدینہ منورہ کی حاضری کا شرف حاصل کرے۔ فرمایا؛ — حدیث پاک: ۹

جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر — مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ

کی زیارت کی گویا اس نے مجھے میری زندگی میں دیکھا — کَانَ کَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ

(دار قطنی۔ طبرانی)

اس کے لیے میری شفاعت واجب ہے — وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ (دار قطنی، بیہقی)

مدینہ طیبہ کی طرف سفر نہایت شوق و ذوق کے ساتھ ہونا چاہیئے۔

فرائض کو ادا کرنے اور ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد ہر وقت کثرت کے ساتھ درود و سلام بھیجتا رہے اور سمجھے کہ حاضری سے پہلے ہی اس کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محفلِ قدس میں ہو رہا ہے، جس قدر قریب ہوتا جائے۔ ذوق بڑھتا جائے۔ یقین رکھے کہ دربارِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام میں اس کا انتظار ہو رہا ہے بہتر ہے کہ پیدل اور ننگے پاؤں جائے۔ مسجدِ نبوی میں داخل ہونے سے پہلے غسل، وضو اور مسواک کرے، پاک و صاف کپڑے پہنے، سرمہ اور خوشبو لگائے، فرشتے اس کیلئے استقبال اور استغفار کرتے ہیں۔

قسمت کی یاوری پر شکر بجالائے۔ یہ وہی مقام ہے جہاں جبرائیل علیہ السلام نے کوچہ گردی کی، جہاں وحی اترتی رہی۔ یہ وہی مقام ہے جہاں ہر دم اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں برستی ہیں اور نامرادوں کو مرادیں ملتی ہیں۔

سراپا ادب ہو، یہ درگاہ والا جاہ ہے
سجدہ گاہِ ملک در روضہ شہنشاہ ہے

مسجد نبوی کے دروازے پر قدرے ٹھہرے، گویا سرکار والاتبار سے حضوری کا اذن چاہ رہا ہے۔ پھر دایاں پاؤں بڑھائے اور نہایت ادب و تعظیم کے ساتھ دربار عرش وقار میں داخل ہو۔

اب سب سے بڑھ کر تصور آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات کا ہو اور یہ یقین جانے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حقیقتاً زندہ ہیں اور ہماری معروضات سن رہے ہیں۔

میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم

سرورِ کائنات فخرِ موجودات کی اُلفت و محبت کا چوتھا تقاضا یہ ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکرِ پاک جاری رکھے۔ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات ظاہر اور باہر ہیں۔

اوّل: اعلانِ توحید، میلاد اس حقیقت کا اعلان ہے کہ: آیت مبارکہ: ۲۲

کوئی الٰہ نہیں سوائے اس	لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
رحمٰن اور رحیم کے	الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ (۲-۱۶۳)

دوسری اُمتوں نے اپنے ہادیوں کو معبود بنایا اور انہیں اللہ تعالیٰ کی اولاد قرار دیا۔ مسلمان کا ایمان ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمۃ اللعالمین ہیں، خاتم النبیین ہیں، رؤف رحیم ہیں۔ سب کچھ ہیں، مگر اللہ نہیں ہیں، خالق نہیں ہیں، مخلوق ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت عبداللہ کے ہاں پیدا ہوئے، اللہ کریم کی ذات بابرکات ایسی بلند و بالا ہے کہ: آیت کریمہ: ۲۳

لَمْ يَلِدْ ۝ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝

دوم: شکرانِ نعمت،

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: آیت کریمہ: ۲۴

اور اپنے رب کی نعمت کا	وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ
خوب چرچا کرو	فَحَدِّثْ (۹۳-۱۱)

اس لیے نعمتوں کا چرچا کرنا شکرگزاری ہے۔
چرچا نہ کرنا کفرانِ نعمت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ سرورِ کائنات کا وجود باجود کائنات پر اللہ کریم کا سب سے بڑا انعام ہے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے: آیت کریمہ: ۲۵

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مومنوں	لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ
پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک	اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا
رسول بھیجا۔	مِّنْ اَنْفُسِهِمْ ۔ (۳-۱۶۴)

منّت سے مراد عظیم نعمت ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت اللہ کریم کا عظیم احسان ہے جس کی بدولت دنیا کو ہدایت، برکت، فلاح اور دیگر بے بہا اور بے شمار نعمتیں عطا فرمائیں۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود مبارک بنی نوع انسان کے لیے شرف اور عزت کا باعث ہے۔

مومنوں کی صفت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوش ہوتے ہیں اور ذیل کی آیتِ مبارکہ میں تاکید ہے کہ اگر خوش ہونا ہے تو وہ یہی ہے نہ کہ کچھ اور۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: آیت کریمہ: ۲۶

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے	يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ
رب کی طرف سے نصیحت آئی اور دلوں	مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ
کی صحت اور ہدایت اور رحمت ایمان	لِّمَا فِى الصُّدُوْرِ ۝ وَ
والوں کے لیے۔	هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝
فرما دیجئے اللہ ہی کے فضل اور اسی کی	قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ
رحمت اور اسی پر چاہیئے کہ خوشی کریں۔	فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ
وہ ان سب کے لیے تمام مال و منال	هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝
سے بہتر ہے۔	(۱۵ - ۱۹)

یہی تو نعمت ہے جو کثیر بھی ہے اور باقی بھی، دُنیا تو ہے ہی قلیل اور فانی۔

سوم: درود وسلام ۔

اللہ کریم حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے ، آیت کریمہ ۲۶

اور سلامتی ہے اس پر جس دن پیدا ہوا اور جس دن مرے گا اور جس دن پھر زندہ اٹھایا جائے گا۔

وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا۔ (۱۹- ۱۵)

یہ تینوں دن اہم ہوتے ہیں، ان پر امن اور سلامتی چاہنا سُنّت اللہ ہے۔ فرمایئے! آقائے نامدار احمدِ مختار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یومِ ولادت پر درود وسلام بھیجنا کیوں سراسر سعادت نہیں اور خوشیاں منانا کیوں کارِ خیر نہیں ہے؟

۱- حق یہ ہے کہ ؎

میلادِ نبی کی ہر شغل عنوان عبادت ہوتی ہے
ہر اہلِ محبت کو حاصل عرفان کی دولت ہوتی ہے
آئے تو کوئی سمجھے تو کوئی، دیکھے تو کوئی اس محفل میں
اس محفلِ اقدس کی شرکت اسرارِ حقیقت ہوتی ہے
تورات میں پڑھ، قرآن میں پڑھ، ایمان کے سب اوراق میں پڑھ
محمودِ نبی کی اے محمود اس شان سے مدحت ہوتی ہے

(مجموعہ نعت)

میلادِ پاک ہے کیا؟

آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر پاک اور حضور نبی کریم کا ذکر تو خود اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں جابجا اور بار بار فرما رہے ہیں۔ مشتے از خروارے

۲- میثاقِ انبیاء:

آیت کریمہ: ۲۷

اور یاد کرو جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جو میں تمہیں کتاب دوں اور حکمت دوں پھر آئے تمہارے پاس وہ رسول جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرے تو ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ

۳- دعائے خلیل علیہ السلام:

آیت کریمہ: ۲۸

اے ہمارے رب اور بھیج ان میں ایک رسول انہی میں سے کہ ان پر تیری آیتیں پڑھے اور ان کو تیری کتاب اور حکمت سکھائے

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

۴- نویدِ مسیحا:

بشارت سناتا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام احمد ہوگا۔

مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ۔ (۶۱- ۶)

۵- ولادت باسعادت:

آیت مبارکہ: ۲۹

بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس نور آیا اور روشن کتاب

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ۔

ارشادِ خداوندی ہے: آیت کریمہ: ۳۰

قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۔

یعنی نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے اور معجزہ شق القمر کا ظہور ہوا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: آیت کریمہ: ۳۲

اے نبی بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ

خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف
اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکا دینے والا آفتاب

مُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا وَّدَاعِيًا إِلَى اللهِ
بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ۝

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے
لیے بہترین نمونہ ہیں

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ
أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

۷۔ محافل و مجالس ۔

آیتِ کریمہ: ۳۳

اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے
آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو،
بیشک اللہ سنتا جانتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ
يَدَيِ اللهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللهَ
إِنَّ اللهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝

آیتِ کریمہ: ۳۴

اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اونچی
نہ کرو اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو،
جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے
چلاتے ہو، مبادا تمہارے عمل برباد ہو جائیں
اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ
فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا
لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ
أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ
لَا تَشْعُرُونَ ۝

آیتِ کریمہ: ۳۵

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب!
تیرے حضور حاضر ہوں اور اللہ سے معافی چاہیں اور
رسول ان کی شفاعت کریں تو ضرور اللہ کو توبہ قبول
کرنے والا مہربان پائیں گے۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ
جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ
لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ۝

۸۔ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

آیتِ کریمہ: ۳۶

پاک ہے وہ جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا
مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔ جس کے
ماحول کو ہم نے برکت دے رکھی ہے

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ
لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى
الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ

۹۔ راز و نیاز

آیتِ کریمہ: ۳۷

بے شک تمہاری خو بو بڑی شان کی ہے

إِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ (۶۸-۴)

آیتِ کریمہ: ۳۸

اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت
سارے جہان کے لیے

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا
رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (۲۱-۱۰۷)

آیتِ کریمہ: ۳۹

اے بالاپوش اوڑھنے والے کھڑے ہو جاؤ
پھر ڈر سناؤ اور اپنے رب ہی کی بڑائی بولو

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ
وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ (۷۴-۱)

آیتِ کریمہ: ۴۰

اے جھرمٹ مارنے والے!
رات میں قیام فرما سوا کچھ رات کے

يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ
قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا (۷۳-۱)

کیا ہم نے تیرا سینہ کشادہ نہ کیا

(آیت کریمہ ۴۱) أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (۹۴-۱)

۱۰۔ وصال ۔

آیتِ کریمہ: ۴۲

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل
کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی
اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ
أَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ
رَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ۝

آیتِ کریمہ: ۴۳

اے محبوب! بیشک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں
عطا فرمائیں۔

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ (۱۰۸-۱)

آیتِ کریمہ: ۴۴

اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (۹۴-۴)

سارا قرآن آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر سے بھرا پڑا ہے۔ ہم اللہ کریم کی اس سنت پر عمل کرتے ہوئے حضور کا ذکر کریں، تو کہا جاتا ہے کہ ایسا کرنا بدعت ہے۔

انگوٹھے چومنا

جب مؤذن اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ پکارے تو اہلِ محبت
اپنے دونوں انگوٹھے یا کلمہ کی انگلیوں کو چُوم کر اپنی آنکھوں سے لگاتے ہیں۔
ہمارے نزدیک ایسا کرنا مستحب ہے۔

صلوٰۃ مسعودی میں ہے:	حدیث پاک ۱۰۱
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے	رُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ
مروی ہے کہ جو شخص میرا نام	عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّہٗ قَالَ مَنْ
اذان میں سنے اور اپنے انگوٹھے	سَمِعَ اِسْمِیْ فِی الْاَذَانِ وَ
آنکھوں پر رکھے، میں اسے قیامت	وَضَعَ اِبْھَامَیْہِ عَلٰی عَیْنَیْہِ
کی صفوں میں تلاش کروں گا	فَاَنَا طَالِبُہٗ فِیْ صُفُوْفِ
اور اسے اپنے پیچھے جنت میں	الْقِیٰمَۃِ وَ قَائِدُہٗ
لے جاؤں گا۔	اِلَی الْجَنَّۃِ۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب مؤذن کو
اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ پکارتے سنا، تو قَبَّلَ بَاطِنَ الْاَنْمُلَتَیْنِ
السَّبَّابَتَیْنِ وَمَسَحَ عَیْنَیْہِ اپنے کلمے کی انگلیوں کے اندرونی حصوں کو
چوما اور آنکھوں سے لگایا۔ (ذَکَرَہُ الدَّیْلَمِیُّ فِی الْفِرْدَوْسِ)

چنانچہ معمول ہے کہ مسلمان مؤذن کو اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ
کہتے ہوئے سنتے ہیں تو انگوٹھے یا انگشتِ شہادت کے پورے آنکھوں سے
لگاتے ہیں اور دوسری مرتبہ سن کر مَرْحَبًا بِحَبِیْبِیْ اور قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ (یا رسول اللہ! میری
آنکھ آپ کے سبب ٹھنڈی ہے۔ اے اللہ! مجھ کو کان اور آنکھ سے نفع عطا فرما)
یہ بھی منقول ہے کہ جو شخص ایسا کرے گا لَمْ یَعْمَ نہ کبھی اندھا ہوگا،
وَلَمْ یَرْمَدْ اَبَدًا نہ کبھی آنکھیں دکھیں گی۔ (مقاصدِ حسنہ از ابو العباس
احمد ابی بکر رداد)

بعض لوگ کہتے ہیں یہ عمل حدیث مرفوع سے ثابت نہیں۔ اگر انگوٹھے چومنا
حدیث مرفوع سے ثابت نہیں تو اس کے مکروہ قرار دینے کا کیا جواز ہے؟
مستحب ہونے کے لیے تو سلف صالحین اور عام مسلمانوں کا اسے پسند کرنا اور
اس پر عمل کرنا ہی کافی دلیل ہے۔

حجرِ اسود کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود چوما ہے اور آج تک
تمام حاجی چومتے ہیں۔ یہ مسئلہ ہے کہ اگر بے ایذا اور بے کشمکش نہ چوم سکے،
تو ہاتھ یا لکڑی سے حجرِ اسود کو مس کر کے ہاتھ یا لکڑی کو چوم لے۔ یہ بھی ہے کہ
ایسا بھی نہ کر سکے، تو ہاتھوں سے حجرِ اسود کی طرف سے اشارہ کر کے انہیں چوم لے۔
اگر حجرِ اسود کی طرف اشارہ کر کے ہاتھوں کو چومنا جائز ہے، تو حضور نبی کریم
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نامِ نامی کو سن کر ہاتھ چومنا کیوں مستحب نہیں؟

یارسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس ضمن میں ایک مسئلہ یارسُول اللہ کہنے کا ہے۔ کئی لوگ ایسا کہنا جائز نہیں سمجھتے، ہمارے نزدیک ایسا کہنا جائز ہے۔

یَا کا حرف دُور اور نزدیک سے کسی کو آواز دینے کے لیے بولا جاتا ہے۔

ایک مسئلہ یَارسُولَ اللہِ اور اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللہِ کہنے کا ہے۔

ایسا کہنا جائز ہے، اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہے اور امتِ مسلمہ کا یہی عقیدہ ہے اور اسی پر عمل ہے، ہر نماز کے دوران ہم تشہد میں پڑھتے ہیں:

سلام ہو تم پر یا نبی	اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ

یَا حروف ندا سے ہے اور دور و نزدیک سے کسی کو آواز دینے کے لیے بولا جاتا ہے۔

آجکل تو عام انسان ٹیلی فون اور وائرلیس کے ذریعے دُور سے سُن رہا ہے اور سُنا رہا ہے۔

اللہ کریم کے نیک بندے، اللہ کریم کی دی ہوئی طاقت کی بدولت دُور سے سنتے بھی ہیں اور سناتے بھی ہیں۔ دُور سے دیکھتے بھی ہیں اور دکھا بھی دیتے ہیں۔

قرآن پاک میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے برملا فرمایا؛ آیتِ کریمہ: ۴۵

اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے	وَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ
ہو اور جو اپنے گھروں میں	وَمَا تَدَّخِرُوْنَ
جمع کر رکھتے ہو۔	فِیْ بُیُوْتِکُمْ ط (۳-۴۸)

ثابت ہے کہ غیب کے علوم انبیاء کرام کا معجزہ ہیں۔

اور مزید فرماتے ہیں؛ آیتِ کریمہ: ۴۶

بے شک ان باتوں میں تمہارے	اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ
لیے بڑی نشانی ہے۔ اگر تم	لَاٰیَۃً لَّکُمْ اِنْ
ایمان رکھتے ہو۔	کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (۳-۴۸)

گویا ایسے معجزات کو تسلیم کرنا اہلِ ایمان کا شیوہ ہے۔

جن لوگوں کو ایسے معجزات کا یقین نہیں تو، وہ اپنے ایمان کی فکر کریں۔

قرآن پاک میں حضرت سلیمان علیہ السّلام کا واقعہ بھی مرقوم ہے؛

حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے لشکر کے ساتھ جا رہے ہیں، جب وَادِ النَّمْلِ پر پہنچے تو چیونٹیوں کی ملکہ کہتی ہے؛ آیتِ مبارکہ: ۴۷

چیونٹیو! اپنے اپنے گھروں میں	یٰۤاَیُّھَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا
چلی جاؤ تاکہ تمہیں کچل نہ ڈالیں	مَسٰکِنَکُمْ لَا یَحْطِمَنَّکُمْ
سلیمان اور ان کے لشکر	سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُہٗ (۲۷-۱۸)

چیونٹی جانتی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نبی ہیں اور اس لیے معصوم ہیں۔ دانستہ چیونٹیوں کو تکلیف نہ پہنچائیں گے، اس لیے گویا ہوئی کہ؛

بے خبری میں	وَھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ o

یعنی آپ گزر رہے ہوں اور اس طرف توجہ نہ ہو۔

حضرت سلیمان علیہ السلام چیونٹی کی یہ بات تین میل سے سُن لیتے ہیں۔

قرآن پاک میں ہے؛ آیتِ کریمہ: ۴۸

تو اس کی بات پر مسکرا کر	فَتَبَسَّمَ ضَاحِکًا مِّنْ
ہنس پڑتے ہیں	قَوْلِھَا۔ (۲۷-۱۹)

آپ نے لشکر کو ٹھہرنے کا حکم دیا، چیونٹیاں اپنے گھروں میں داخل ہوگئیں۔

اولیائے کرام کو بھی اللہ کریم کی طرف سے یہ طاقت عطا ہوتی ہے کہ دُور سے سُن لیتے ہیں اور سنا سکتے ہیں۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ اسلامی لشکر ایران کے صوبہ نہاوند میں جہاد کر رہا تھا۔ ساریہ سپہ سالار تھے۔ مدینہ شریف میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ جمعہ پڑھ رہے تھے کہ:

یکایک آواز بلند کی — فَجَعَلَ یَصِیحُ

اور فرمایا:

اے ساریہ پہاڑ کی پناہ لو — یَا سَارِیَۃُ الْجَبَلَ

چند روز بعد لشکر سے ایک قاصد آیا، اس نے تصدیق کی کہ ہم نے امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز میدانِ جہاد میں سُنی۔ ہم نے پہاڑ کی طرف پشت کر لی۔

اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کو شکست دے دی — فَھَزَمَھُمُ اللہُ تعالیٰ

پس اللہ تعالیٰ کے بندے اللہ کریم کی عطا کی ہوئی طاقت کی بدولت دُور سے بھی سن لیتے ہیں اور سنا سکتے ہیں۔

فخر الانبیاء حبیبِ کبریاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یا رسول اللہ کہہ کر نداء دینا کیوں جائز نہیں ہے؟

نداء یا رسول اللہ

حضرت عثمان بن حنیف سے مروی ہے کہ ایک نابینا آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور طالبِ دُعا ہوا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس دُعا کی تلقین فرمائی: حدیث پاک، ۱۱

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری	اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ
طرف نبی رحمۃ للعالمین کے ساتھ متوجہ ہوتا ہوں	اِلَیْکَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ
اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے حضور کے ذریعہ سے	یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ قَدْ تَوَجَّھْتُ بِکَ
اپنی رب کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کی	اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ
تاکہ حاجت برآئے۔ اے اللہ! میرے لیے حضور	لِتَقْضِیَ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ
کی شفاعت قبول فرما۔	(ابن ماجہ)

قَالَ اَبُوْ اِسْحٰقَ ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ

دیکھئے اس دعا میں نداء بھی ہے اور استمداد بھی

امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قصیدہ میں یوں نداء فرماتے ہیں ؎

یَا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ اَدْرِکْ لِزَیْنِ الْعَابِدِیْنَ
مَحْبُوْسُ اَیْدِی الظّٰلِمِیْنَ فِیْ مَوْکِبٍ وَّالْمُزْدَھَمِ

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ؎

یَا سَیِّدَ السَّادَاتِ جِئْتُکَ قَاصِدًا — اَرْجُوْا رِضَاکَ وَاَحْتَمِیْ بِحِمَاکَ

حضرت مولانا جامی علیہ الرحمہ کے اس مشہور عالم شعر سے کسے انکار ہے ؎

ز مہجوری برآمد جانِ عالم — ترحم یا نبی اللہ ترحم
نہ آخر رحمت للعالمینی — ز محروماں چرا فارغ نشینی

عبد النبی

اہلِ محبت کے لیے سیدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی سراسر سعادت ہے۔

قلبی تعلق اور عزت و عظمت اور توقیر کی بناء پر اپنا نام عبد النبی اور عبد الرسول وغیرہ رکھنا جائز ہے۔

ایسا کرنا جائز اور کارِ ثواب ہے۔

عَبد کے معنی بندہ اور غلام کے قرآن کریم سے ثابت ہے۔

آیتِ کریمہ: ۴۹

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اور نکاح کردو اپنوں میں ان کا	وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ
جو بے نکاح ہوں اور اپنے	وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ
لائق بندوں اور کنیزوں کا۔	وَاِمَآئِكُمْ (۲۴ - ۲۲)

تو عبد المصطفیٰ اور عبد الرسول ایسے نام رکھنا کیوں جائز نہیں؟

آیتِ کریمہ: ۵۰

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اے حبیب! تم فرما دو اے میرے	قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا
بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا	عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ
اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو	لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ

(۳۹ - ۵۳)

یا عبادی کہہ کے ہم کو شاہ نے
اپنا بندہ کر لیا پھر تجھ کو کیا!

(اعلیٰ حضرت بریلوی)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقولہ ہے:

میں تو آنحضور کا عبد اور خادم ہوں — كُنْتُ عَبْدَهٗ وَخَادِمَهٗ

سچ پوچھیے تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی تمام عبادتوں کی بنیاد ہے۔

آیت کریمہ: ۵۱

قرآن پاک میں ہے:

بے شک ہم نے تمہیں بھیجا	اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا
شاہد، مبشر اور نذیر	وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا
تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر	لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و	وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ
توقیر کرو اور صبح و شام اللہ	وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ
کی تسبیح بولو	اَصِيْلًا (۴۸ - ۹)

اول ایمان ہے، پھر آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی۔ زاں بعد عبادت، جو ذریعۂ نجات ہے۔ غلامی عین درمیان میں ہے۔

آقائے نامدار احمدِ مختار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عبد (غلام) بنے بغیر نہ ایمان ہے نہ نجات۔

اس وقت تک آپ ۲۲۹ آیاتِ بینات اور پچاس احادیث مبارکہ پڑھ چکے ہیں، بار بار پڑھیے اور معانی و مطالب ذہن نشین کیجیے
کیا کئی آیتیں اور کئی حدیثیں آپ کو زبانی یاد ہیں؟

اعادہ

۱۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دادا عبدالمطلب نے آپ کا نام محمد کیوں رکھا؟

۲۔ ثابت کیجیے کہ بچپن میں آقائے دوجہاں کا وجود پاک سراسر معجزہ تھا!

۳۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرۂ انور کی کیفیت لکھیے؟

۴۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عزم و استقلال کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

۵۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مرتبہ بیان کیجیے؟

۶۔ ہجرت کے سلسلے میں حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کیا خدمت انجام دی؟

۷۔ غارِ ثور میں قیام کے حالات لکھیے؟

۸۔ حضرت ام معبد کے ہاں آرام فرمانے کے واقعات درج کیجیے؟

۹۔ مسجد قبا کس طرح تعمیر ہوئی؟

۱۰۔ دنیائے اسلام میں پہلا جمعہ کہاں اور کب پڑھا گیا؟

۱۱۔ یثرب کے معنی کیا ہیں؟ یثرب مدینۃ النبی کیسے بنا؟

۱۲۔ انصار کی بچیوں نے سرورِ کائنات کا کیسے خیر مقدم کیا؟

۱۳۔ حضرت ابو ایوب انصاری کون ہیں؟ ان کی قسمت کیسے جاگ اٹھی؟

۱۴۔ قرآن پاک میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و توقیر کی تاکید کس آیت سے ثابت ہے؟

۱۵۔ ایمان کا مزہ کیسے چکھا جا سکتا ہے؟

۱۶۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کا معیار کیا ہے؟

۱۷۔ صلوٰۃ و سلام کس آیت سے ثابت ہے؟

۱۸۔ میلاد النبی کی غرض و غایت کیا ہے؟

۱۹۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اور چیونٹیوں کی ملکہ کا واقعہ بیان کیجیے؟

۲۰۔ اس آیتِ کریمہ کے معنی لکھیے؛ وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ
(۲۴-۳۲)

سلام

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند — اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام
جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا — اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام
جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں — اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام
وہ زباں جس کو سب کُن کی کنجی کہیں — اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام
وہ دہن جس کی ہر بات وحیِ خدا — چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام
ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا — موجِ بحرِ سماحت پہ لاکھوں سلام
دل سمجھ سے ورا ہے مگر یوں کہوں — غنچۂ رازِ وحدت پہ لاکھوں سلام
کھائی قرآں نے خاکِ گزر کی قسم — اس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام
اللہ اللہ وہ بچپنے کی پھبن — اس خدا بھاتی صورت پہ لاکھوں سلام
دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان — کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام
کُل جہاں مِلک اور جَو کی روٹی غذا — اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام
جس کے آگے سرِ سروراں خم رہیں — اس سرِ تاجِ رفعت پہ لاکھوں سلام
وہ دعا جس کا جوبن بہارِ قبول — اس نسیمِ اجابت پہ لاکھوں سلام
ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں — شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضاؔ
مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

(امام احمد رضا بریلوی)

ہدایت

ہر باب کے بعد اعادہ کے لیے جو سوالات دیے گئے ہیں،
آپ ان سوالات کو حل کریں اور جائزہ لیں کہ آیاتِ بینات،
احادیثِ مبارکہ اور مسائلِ شرعیہ کو سمجھنے میں آپ کا مقام کیا ہے۔
اس جائزہ سے دینی علوم میں دسترس حاصل کرنے کا
ذوق بڑھے گا جو عین سعادت ہے۔

بہتر ہو کہ یہ سوالات تحریری طور پر حل کر کے بذریعہ ڈاک
مؤلف کے پاس ارسال کریں۔ آپ کے جوابات کی اصلاح کی
جائے گی اور سند دی جائے گی کہ آپ نے نصاب کی تکمیل میں
فضیلت حاصل کر لی ہے۔

محمد عبدالحکیم قاضی ایم اے۔ "الحکمت"
۲۸ صدیق سٹریٹ۔ حیدر روڈ۔ اسلام پورہ۔ لاہور

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین و ملت مولانا شاہ
احمد رضا خان بریلوی کی معرکۃ الآرا تصنیف

انوار البشارۃ فی مسائل الحج والزیارۃ

یعنی

کتاب الحج

گوہر

ناشر
صاحبزادہ سید محمد حسن گیلانی

نوری بک ڈپو، لاہور (پاکستان)